

# مائی کی پیس

ہریانوی افسانہ کا انتخاب

مرتب: رانا تصویر احمد



# ماٹی کی چیس

مُرتب: راٹا تصویر احمد

(ہریاٹوی افسانے)

نوہرہ پہلی کیشنز۔

تصویر محل۔ بہادر پور چوک۔ بوسن روڈ۔ ملتان

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

|              |                                                               |
|--------------|---------------------------------------------------------------|
| نام کتاب:    | ماٹی کی چیس                                                   |
| مرتبہ:       | رائٹا تصویر احمد                                              |
| اشاعت اول:   | نومبر 2023                                                    |
| تعداد اشاعت: | 300                                                           |
| سرورق:       | محمد ایوب                                                     |
| قیمت:        | 500 روپے                                                      |
| ناشر:        | نوہرہ پبلی کیشنز۔ تصویر محل۔ بہادر پور چوک<br>بوسن روڈ۔ ملتان |

(اس کتاب کی اشاعت کے لئے مالی معاونت پر ادارہ ، مڈاڑھ راجپوت تنظیم  
پاکستان کا شکر گزار ہے)

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز:

نوہرہ پبلی کیشنز۔

مرکزی سیکریٹیریٹ: تصویر محل۔ بہادر پور چوک۔ بوسن روڈ۔ ملتان

## انتساب

پاک ہریاٹوی زبان و ادب، تہذیب و ثقافت اور فنون  
گیلیاں جڑی ہوئی ہر اس شخصیت کے نام جن کی تخلیق  
آر جن کا فن ماضی کے ورقیاں مینھ محفوظ کوئی ہو سکيا۔

## فہرست

| نمبر شمار | عنوان                  | لکھاری             | صفحہ نمبر |
|-----------|------------------------|--------------------|-----------|
| 1         | پیش لفظ                | رائٹا تصویر احمد   | 5         |
| 2         | رائٹا تصویر۔ ایک محقق، | ڈاکٹر خالد سنجرانی | 11        |
| 3         | کرنٹی کا پھل           | راؤ رحمت علی       | 15        |
| 4         | مراڑ                   | راؤ رحمت علی       | 24        |
| 5         | دوسرا بیابا            | راؤ رحمت علی       | 34        |
| 6         | کلی لوگانی             | احمد سجاد بابر     | 37        |
| 7         | بئی کھاتے              | احمد سجاد بابر     | 40        |
| 8         | کوٹسا سائیکل؟          | اختر مرزا          | 47        |
| 9         | تیور                   | رائٹا تصویر احمد   | 56        |
| 10        | جیون جوگا              | صابر علی صابر      | 75        |
| 11        | ایک سال مینھ تین جج    | راؤ زاہد وارثی     | 87        |
| 12        | مھارا پاکستان          | راؤ زاہد وارثی     | 97        |

## پیش لفظ

جد میں پورے ملک مینھ ہریاٹوی زبان کا مقدمہ لڑن واسطے لکڑوں سوں تو اس زبان میں ہزارں سال کی تاریخ بھتاواں ساں۔ ویداں کا سہ، چندر گپت موریا، قدیم الہامی کتابوں کے اشلوک، مہا بھارت، گیتا، گھنٹے سارے تہوار، سانگ ار راگنی کی روایات، ہند آریائی زبان، کھڑی بولی، برج بھاشا، ہندوی، ہندی، فورٹ ولیم کالج، ریختہ، گرنٹھ صاحب، قدیم اردو، شاعری یا نثر کے ہر قدیم حوالے مینھ ہم میں کتے ناں کتے مھاری ماں بولی ہم میں جھانکدی ہوئی ملے سے۔ پر جد ہم ہریاٹوی کے ریفرنس ٹوہن لاگاں ساں تو ساری گدھم گھاٹی آنگلیاں پے گئی جاوے سے۔ پاکستان بٹن کے بعد ایک لامباٹیم تو مھاری پچھلی نسلاں میں پیر جماں مینھ لاگ گیا۔ جد تھوڑے بوہت پیر جے تو پھیر روزی روٹی کا رولا شروع ہو گیا۔ وینھ لاکھوں لوگ جو تبادلہ آبادی کے بعد ایک نئے ملک مینھ آ کے بسے تھے۔ ان مینھ ہر فن مینھ موجود لوگ کئی ہور مسلیاں مینھ پھنس گے۔ واہڑا کٹھن دور تھا۔ اسے چ مینھ کئی ہیرے ماٹی مینھ رُل گے۔ جے ساری آبادی کا تناسب کاڈھاں تو شاید ایک فیصد لوگ اس پاسے توجہ دین لاگ

رے تھے۔ باقی بے چارے تو تقسیم کے بعد دھول ماٹی میں کھو گئے تھے۔  
 وینھ جو ایک فیصد لوگ پورے ملک میں کھنڈے ہوئے ہریاٹومی زبان،  
 تہذیب و ثقافت، رسم و رواج آرفنون میں کالجے میںھ دابیں پھریں تھے۔  
 پرکسے ناں کسے ھال میںھ سانھیں دھرے تھیں۔

موسیقی کا فن اپٹے آپ میں ایک کائنات ھوے ھے۔ ہزاروں لوگ اس  
 فن تے وابستہ تھے۔ گلوکار، ڈانسر، موسیقار، سازندے، شاعر، ہمنوا  
 پارٹیاں، میک اپ آرٹسٹ، ھوریرانی کس کس فن کے کلاکار جن میںھ  
 لکھمی چندار بندے میر کے براہ راست شاگردار ان کے بالک ماٹی گیل ماٹی  
 ھوگے۔ اسے اسے فن کار جن کی جھلک دیکھن واسطے لوگ کئی کئی کوس ار  
 دنان کی باٹ چال کے آویں تھے۔ بھوکے مرگے۔ کسے نیں فروٹ کی  
 ریڑھی لائی، کوئے سل بٹے نیچن لاگ گیا۔ کوئے درزی ار کوئے پھڑیا بن  
 گیا۔ وینھ لوگ جو ان کلاکاراں کا من پرچاویں تھے۔ ان کی دادرسی کریں  
 تھے۔ وینھ آپ بے چارے اپٹی روٹی ٹکڑے کے چکر میںھ پڑگے۔ وینھ اپٹا  
 پیٹ پالدے اک اس فن موسیقی کی کھکشاں نیں رلن تے بچاندے۔ "یا  
 پیٹ رے پال لیو۔ یا پیٹ رے پال لیو"۔ موسیقی کا فن کلا کوئی مر یا بلک  
 نیں اپٹے گیل اسٹیج نیں بھی لے ڈویا۔ تھیٹر آر پرفارمنگ آرٹ کا پورا شعبہ  
 چائے کوئی کہانی ھووے یا ڈرامہ۔ آہستہ آہستہ پاکستان کے گاماں میںھ  
 غائب ھو گیا۔ پہلے شاید کوئے اسا میلہ یا تھوار ھوندا ھووے گا جس میںھ

ہریاٹوی کسے ناں کسے ڈھب مینھ دیکھے تھی۔ پر 1980ء لگ ہریاٹوی کا ڈسپلے میٹر جماں بند ہو لیا تھا۔ کتے کتھار اکا دکا جگہ پے سٹن نیں مل جے تھا کہ کوئے سانگ ہویا سے۔ یا کسے نیں کوئے ادب تخلیق کریا سے۔ لیکن ہریاٹوی زبان کی عمارت اتنی لمبی چوڑی تھی کہ اس کے کوئے ناں کوئے اثرات سٹن تے بچ گئے۔ ہور زبانوں کی موسیقی ار پر فارمنگ آرٹ مینھ جا پڑے۔ نیوں کے ناں کے کرٹن تے اس عمارت کی ماٹی دھول مینھ گم ہوٹن تے بچ گئی۔ فلم، اسٹیج، تھیٹر، تحریر آر ادب مینھ یہنھ بکھرے ہوئے موتی پروئے گئے۔ اس کا فیدہ یو ہویا اک دوسری، تیسری نسل کے لوگ دوبارہ فنون تے جڑ گئے۔ رہی بات کہ اس اجڑی ہوئی عمارت جو کہ ایک کھنڈر بن گئی تھی۔ ار اس کھنڈر مینھ تے کوئے ناں کوئے کاندھ کوٹا اسانچ گیا تھا جو کنورنٹار، راؤ رحمت، رانا نوشاد اور بیرانی کوٹ کوٹن ار کٹھے کٹھے اس کھنڈر نیں بچاٹن مینھ لاگ گئے۔

خدا کی کرنی یوہ ہوئی کہ اس دور کے لوگاں کی دی ہوئی سودھی اگلی نسل مینھ آ گئی۔ تیسری ار دوسری نسل کے بھلے ماٹس جو کالھ تک آنکلیاں پے گئے جاویں تھیں۔ ان کی اگلی نسل نیں زبان و ادب، تہذیب و ثقافت ار فنون کا ایسا جنون چڈھیا کہ ایب پورے ملک مینھ تخلیق کاراں کی لسٹ بٹاٹن بیٹھو تو شاید مینھ ورقے کم پڑ جیں۔ ار فیر بھی پوری لسٹ ناں بن سکے۔ وا عمارت جو کھنڈر بن گئی تھی۔ موجودہ نسل نیں اس کھنڈر پے پاک ہریاٹوی

زبان کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ار ساری بھینت ار کوٹے سیدھے کرٹا شروع کر دیتے۔ پچھلے سات آٹھ سال کے اندر پورے ملک میں ہریاٹومی زبان تے وابستہ لوگ جو ایب کسے صورت بھی ساڑھے تین کروڑ تے کم کوئی ار زندگی کا کوٹے بھی ایسا شعبہ کوئی جس میں ہریاٹومی ماں بولی کو سپوت تھم نیں پہلی صفاں میں ناپاویں۔

اختر مرزا، احمد سجاد بابر، عمر حیات، صابر علی صابر، جاوید مرزا، آکاش مغل، زاہد وارثی، نجمہ عثمان، اکبر چوہان، ساجدہ راؤ، راقم الحروف ار شاعری میں استاذ الاساتذہ رانا نوشاد قاصر، اختر دولتاوی، مشتاق ظفر، کنور واجد، ساجد شام، انور علی رانا، وقار شاکر، بابا اخلاق، تاج مرسلین، راؤ امید، رانا امام دین، وکیل انجم، نادر فہمی، علی عمران، مجاہد نکانوی، فہیم مغل، منشاء جاٹ، ملک عالمگیر، رانا اختر، فرمان علی ٹھاکر، انعام اللہ، لیاقت آزاد، شاہد مختار جامی، ابو سفیان، قاری خرم شہزاد، مختار احمد، رانا اورنگ زیب، رانا جمشید، رانا شوکت، عطاء الرحمان، راؤ فیصل، رانا اسلم، ہور بوہت سارے ہیرے ابٹے حصے کے کام کرن لاگ رے ہیں۔ جس طریقوں پہلاں کہیا تھا اک یو لسٹ بوہت لامبی ہو جے گی۔ فیر بھی بوہت سارے نام رہ جیں گے۔ بلاشبہ ہریاٹومی زبان کے سپوت ایب سینکڑیاں کی تعداد میں ہیں جو اگلے کچھ سالوں میں بوہت بدمدھ جیں گے۔

اگلی نسل مینھ ایب یو پریشانی کوئی رھوے گی کہ مھاری زبان مرٹ لاگ ری ہے۔

ایب لگ تھارے سے پاکستان میں ہریاٹوی زبان کی مختصر سی تاریخ کی ایک جھلک دکھائی ہے۔ اس مینھ ایک بات کا ذکر کرا تھا کہ جد ہم نین تعلیمی ادارے مینھ ریفرنس بک کی ضرورت پڑے تھی۔ تو اس زبان مینھ لکھیا ہویا ایک ورقہ بھی کوئی ملے تھا۔ جو ملے تھا، اس پے تحقیق کا کام ہو لیا تھا۔ کنورنثار احمد کی ادبی خدمات ار راؤ رحمت کی افسانیاں کی کتاب "مراڑ" کے سوا ہور کچھ بھی کوئی تھا۔ نوجوان نسل مینھ تحقیق کا رجحان پیدا کر دیا گیا تھا۔ یہنھ بکھرے ہوئے موتی "نوھرہ" تنظیم بٹا کے ایک لڑی مینھ پرو دتے گئے تھے۔ نوھرہ کے بٹن کے بعد زبان کا کام بڈی سپیڈ گیلیاں ہونٹ لاگ گیا۔ نثر ار شاعری مینھ کام ہونٹ لاگ گیا۔ "نوھرہ" کے نام تے ایک میلگزین کی اشاعت شروع کر دی۔ پورے ملک تے دھڑا دھڑینا کام آٹ لاگ گیا۔ پرو سائل کی کمی کی وجہ تے کام رُک گیا۔ پر لکھن لکھاٹ کا کام کوئی رُکیا۔ چالٹ لاگ رہیا ہے۔ مھاری موجودہ نسل کیونکہ متوسط طبقہ تے تعلق راکھے ہے۔ مالی مشکلات کا سامنا گھٹا کرٹا پڑے ہے۔ ایب جس ٹیم لکھن آٹے کٹھے کر لے تو ان کی تخلیقات چھاپن کے واسطے اس مہنگائی کے دور مینھ سامنے لیاٹ کا کام مشکل لاگے ہے۔ جو صاحب

حیثیت لوگ ہریاٹوی برادری سے تعلق رکھیں ہیں۔ وینھ اس اشاعت کے کام میں ویلا کام سمجھیں ہیں۔

مڈاڈھ راجپوت تنظیم واحد تنظیم ہے جو اس مشکل دور میںھ مھارے گیل شامل ہوئی۔ مذکورہ تنظیم کے صدر رانا اسلم صاحب جو کہ سندھ سے تعلق رکھیں ہیں۔ ان میں اس مشکل وقت میںھ ہریاٹوی زبان کی کتاباں کی اشاعت واسطے ایک خطیر رقم مھارے سے دیئی تاکہ ہم میںھ کتاباں چھاپ سکاں۔ ایب افسانیاں کا یوہ انتخاب تھارے ہاتھ میںھ ہے۔ جو کہ نوھر پہلی کیشنز میں شائع کری ہے۔ اور اس کی اشاعت میں تعاون رانا اسلم صاحب میں کریا ہے۔ فکشن کی یوہ نمائندہ کتاب ہریاٹوی ادب کا ایک گل دستہ ہے۔ جس میںھ بوھت سارے ہریاٹوی افسانہ نگاراں کی تخلیقات شامل کری گئی ہیں۔ ہریاٹوی زبان کی یوہ کتاب ایب تاریخ میںھ محفوظ کر دی گئی ہے۔

رانا تصویر احمد

تصویر محل

15 نومبر 2023 ء

## رانا تصویر۔ ایک محقق، ایک دانشور

رانا تصویر احمد خود اپنی ذات میں ایک کہانی ہے، کہانی کا سامع ہے، کہانی کا حیرت ناک موڑ ہے، کہانی کا جاذب کردار ہے، کہانی کا لہجہ ہے، کہانی میں واقعات کا اتار چڑھاؤ ہے۔ وہ گاؤں میں بہتی ہوئی ندی کے ساتھ چلتا ہوا ایک کردار ہے کہ جسے اپنی شناخت کے بنیادی حوالے کہانیوں کی صورت میں اس طور ملتے گئے کہ اس کے گاؤں میں شام سے جو میلا لگتا تھا اس میں کہانی کے اندر وہ تنہا تھا۔ اس تنہائی میں اس نے یہ سوچا کہ اس کے ارد گرد جو میلا شام سے کبھی چوپال کی صورت تو کھیل میلے کی صورت لگا کرتا ہے، اس میلے میں آنے جانے والوں کے پاس کہانیاں ہیں، کچھ بیتے سے کی تو کچھ سامنے کھڑے ہوئے وقت کی۔ اس نے یہ کہانیاں لکھو انا شروع کیں کہ جن میں سے ایک انتخاب آپ کے پاس "ماٹی کی چیس" کی صورت میں موجود ہے

رانا تصویر احمد نے بہت سال پہلے یہ کوشش کی کہ ہریانوی زبان کا معاصر ادب رسائل کی صورت سامنے لایا جاسکے۔ اس باب میں آپ اتنے کامیاب ہوئے کہ پاکستان کے چوٹی کے لکھنے والوں نے ہریانوی کے معاصر ادب کی اشاعت کا دالہانہ استقبال کیا جن میں مسعود اشعر،۔۔۔۔۔۔ اور ڈاکٹر انوار احمد کے اسمائیاں ہیں۔ نہ صرف رسائل و جرائد بلکہ جامعات اور عالمی کانفرنسوں میں

ہریانوی کے معاصر ادب کی نمائندگی ہوتی چلی گئی اور اس نمائندگی میں رانا تصویر احمد اور ان کے احباب کا اخلاص شامل ہے۔

ہریانوی افسانوں کا یہ انتخاب رانا تصویر احمد نے کیا ہے اور اس انتخاب میں راء و رحمت، احمد سجاد بابر، اختر مرزا، رانا تصویر احمد، صابر علی صابر اور راء و زاهد وارثی کی دس کہانیاں شامل ہیں کہ جو ہریانوی زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ افسانہ نگار ہجرت کر کے پاکستان آنے والے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کہ جن کے خاندانوں میں، بستی میں، نزدیک اور دور پار کا جاننے والا ایسا بزرگ ابھی تک زندہ ہے کہ جس نے خود ہجرت کا کرپان اپنے سینے میں اتار ا تھا اور اس زخم کے مقابل فاتح ٹھہرا تھا۔ تصور کر لینا چاہیے کہ اس انتخاب میں شامل افسانہ نگار کا بچپن اور جوانی کی اٹھان میں ہجرت کے وہ واقعات ضرور شامل ہوں گے کہ جن واقعات کو انھوں نے عینی شاہدوں کی زبانی سنا ہو گا۔ ایسے ہی گھر میں چلتے پھرتے، گاؤں کی گلی گلیاروں میں کوئی جملہ، کھیت کو پانی لگاتے ہوئے، بل چلاتے ہوئے یا شہر جاتے ہوئے کوئی نہ کوئی کہانی اس دکھی سمے کی سن سن کر یہ افسانہ نگار اب ڈھلتی عمر کو پہنچے ہیں۔ ان کی سماعت کی قدر کرنی چاہیے اور بیان کی تواضع سے بھی زیادہ۔ اردو کے بے مثل افسانہ نگار انتظار حسین نے بلراج میسز کو لکھا کہ تم نے ہجرت کا کرب نہیں سہا۔ انتظار حسین کے ہاں ہجرت کا یہ تجربہ انوکھی واردات کے طور پر ان کے افسانوی ادب میں راہ پا گیا اور ان کی شناخت کے بنیادی حوالوں میں سے ایک حوالہ بنا۔

ہریانوی افسانوں کے اس انتخاب کی اہمیت ہجرت کے اس تجربے کو بیان کرنے کے سبب سے بھی ہے کہ جس تجربے کی بھٹی میں پک پک کر یہ نسل اپنے رنگ کو پہنچی۔ فسادات میں بلوہ کرنے والوں کی خونی آمد کے بہت سے تاثر اور دواور دیگر مقامی زبانوں میں ملتے ہیں لیکن اس انتخاب میں بلوے کے اندیشے اور جوان اولاد کے کاٹ کر پھینک دیے جانے کا خوف اور اس خوف سے اپنے بچوں کو دیکھنے کا یہ انداز خون خشک کرنے کو کافی ہے۔ اس نوع کا تاثر اور تشبیہات علاقائی بولی کے تخلیقی ادب ہی میں پیش کی جاسکتی تھی:

افسانوں کے اس انتخاب کا ایک حسن ہند اسلامی ثقافتی

ڈھانچے کی لسانی صورت ہے۔ ہند اسلامی ثقافتی تشخص میں رسوم، رواج، عمارتیں وغیرہ سب شامل ہیں اور ادب کا موضوع رہی ہیں۔ ان افسانوں کی وساطت سے ہند اسلامی ثقافتی تشخص کی لسانی صورت مکالموں کی شکل میں سامنے آئی ہے۔ ہریانوی میں سندھ اور ہند کا بہت خوب صورت لسانی امتزاج ملتا ہے۔ ہریانوی رسم الخط اور صوت میں سندھی اور سرائیکی کے قریب تر ہے جیسے ان کے اوپر چھوٹی ط۔ اس کے ساتھ ساتھ ض کی جگہ ج کی آواز جیسے جرور۔ یہ ہند اور سندھ کا لسانی امتزاج لسانیات کے ماہرین کے لیے عمدہ متن فراہم کر سکتا ہے۔ "مالک کی مرجی سے اس میں کسی کا کے جور سے" (کلی لگائی، احمد سجاد بابر)

ہر یانوی افسانوں کے اس انتخاب میں ہریانہ کی لوک کہانیوں کا رس بھی شامل ہے اور کہاوتوں کی ہزار سالہ دانش بھی، دیہی پس منظر میں داستان کا انداز بھی۔ رانا تصویر احمد کو مبارک ہو کہ انھوں نے کہانی کو تلاش کیا اور یہ تلاش خود ان کی اپنی ذات کی تلاش ہے۔

ڈاکٹر خالد سنجرائی

شعبہ اردو۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی

لاہور

نومبر 2023

## کرنی کا پھل

راؤ رحمت علی

ساراء گام ٹھلے دار کے نوہرے آگے جڑیا کھڑیا تھا۔ گام کے  
بڈے بڈھے توکھاٹ آر کرسیاں پے بیٹھے تھے۔ آر گھنٹا کھرے ء لوگ اُن  
کے پاچھے کھڑے۔ ٹھلے دار آر تھنیدار کی بات سنن لاگ رے تھے۔ ٹھلے  
دار کے دھورے ء گورا تھنیدار دو سپاہیاں گیل بیٹھا ”دھوٹو“ کی چاٹ چک  
موت نیں قتل بھتانڈے ہوئے کہہ رہینا تھا۔

”ٹھلے دار“

”نیو نیں کیو کرزدوس مان لیاں اس نیں“  
”میں مانوں سوں مرٹیتے کی موت سر پے کھونٹا لاگن تے ء ہوئی

سے“

”پوسٹ مارٹم کی رپوٹ بھی یوہ ء کہہ رہی سے پر۔۔۔۔۔“  
”اس بات کی کے سیادھی سے اک وائے کھونٹے پے گریا تھا“  
تھنیدار نیں ٹھلے دار کی آنکھیاں مینھ جھانکدے ہوئے کہیا۔

”مریار! اس کی بی تو کوئے سیادھی کونیاں۔ اک وا کسے نیں ماریا  
ء سے تیں جس کا ناں لے رہیا سے وامرٹئے کا سگا بھائی سے۔ کوئے میری  
تو سے ءناں“

تھنیدارنیں کر مے کی اوڑکٹائی۔

”یوہ بی تو ہو سکے سے کوئے لڑائی جھگڑا ہو یا ہو۔ کیر امرٹئے تے  
دھکا دے کے ءکھونٹے پے گیریا گیا ہو“

تھنیدارنیں اپنی بات بڈی کرن کا چارا کریا۔

بات یوہ تھی۔ آج تے تین دن پہلاں تڑکے ء آٹھ نو بجیاں کے  
اورے دھورے چاٹ چک ء دھو لو کے گھر ینھ روٹا پیٹنا ماچ گیا تھا۔ روٹا  
سندے ء گام کے لوگ باگ دھوٹو کے گھر پہنچے تو کے دیکھیں سیں گھر  
کے آنگن ینھ دھووی سرپاٹی لھاس پڑی سے۔ اُس کی گھر آلی کا کہنا تھا۔  
دھوٹو گھر کے آنگن ینھ اپٹے پوت آر بھائی گیل کھاٹ پے بیٹھیا چاء پیٹ  
لاگ رہیا تھا۔ چاء پی کے واگھرتے بارھ جاٹ نیں اُٹھ کے چالیا، لٹے کھٹا  
گڈ رہیا تھا۔ کھٹے پے سر لا گدے ء پاٹ گیا۔ منے آر کر مے نیں ٹھا کے  
کھاٹ پے لٹایا کرما توجد ء ڈاکٹر نیں بلاٹ بھاج لیا۔ پردھوٹو کی آتی سر پے ء  
کھڑی تھی۔ مڑی ہاٹ ینھ ء واللہ نیں پیارا ہو لیا۔ ڈاکٹر نیں بی آندے س  
اس کے مرٹ کی سیادھی دیدی تو اُس کی گھر آلی نے روٹا پیٹنا گیر دیا۔ گام  
کے ٹھلے دارنیں ساری بات سن سمجھ کے تھانے بیرا بھیج دیا۔ مڑی ہاٹ

مینہ تھنیدار آگیا تھا۔ اُس نے اندے ء لہاس دیکھی۔ دھوٹو کی بہو آر بھائی تے پوچھ پر چھیت کر کے لہاس پوسٹ مارٹم نیٹس بھیج دی۔ آر پھیر آٹ کا کہہ کے اُلٹا بگ گیا۔

پوسٹ مارٹم ہویاں پاچھے اُسے دن سانجھ میں میت دفنا دی تھی۔ آج دھوٹو کا تہہ ہویا تھا سانجھ تے مڑی ء ہاٹ پہلاں تھنیدار آیا۔ توٹھلے دار گام کے بڈے بوڈھیاں گیل اُس کی باٹ مینہ میٹھیا تھا۔

”تھنیدار ساب! یوہ سارا گام بھی تو کے کہہ رہیا سے۔ تیں مہاری تو سندا ء ناں۔ دونوں بھائیاں مینہ کدے اسی بات نہی ہوئی جو جھکڑے کا کارٹ بڈی۔“

”کرما فوج مینہ نوکر سے آر گھنا ء سلجھیا ہویا ماٹس سے“  
”یوہ اسا کر ء نہی سکدا“

ٹھلے دار بھی گام کا ٹھلے دار تھا۔ واکیاں نیں دبے تھا۔  
”دونوں بھائیاں مینہ گھنا ء پیار تھا“

تھنیدار چپ رہیا تو ٹھلے دار پھیر بولیا۔

”ایک ء سال ہویا ہوگا جد مرنتے نیں اپٹے بھائی کا نیار اگھر چٹوا کے اپٹے ہاتھاں تے اُس کا بیاہ رچیا تھا۔ بیاہ کے تھوڑے ء دنوں پاچھے باپ کے بسوے میں تے آوہا دیکے نیار کر دیا تھا“

”پھر کیاں کا راسا رہ گیا تھا۔ پھیرا کیوں اپنے بھائی نہیں مارے

تھا“

ٹھلے دارنیں اپنی بات چال دی رکھی۔

”دھوٹو کی گھر آلی اور اس کا پوت بھی تو اُتے تھے۔ تھم نہیں

اُن نے بھی پوچھ پر چھیت کری سے۔ گام کے لوگاں تے بھی پوچھ ليو“

ٹھلے دارچپ ہو یا تو گام کا ایک بوڈھا مائس بول پڑیا۔

”تاؤ!“

”دھوٹو کا پوت کا کا تو ایب بی اڑے ے بیٹھیا سے“

پاچھے کھڑے لوگاں منھ تے کسے نیں بھتیا تو ٹھلے دار بولیا۔

”ہاں۔۔۔۔ اُس تے بھی پوچھ ليو“

”تھم جیو کر چاہو اپنا بھیتہ بھر ليو“

ٹھلے دارنیں کھلی چھٹی دیندے ہوئے پھیرا کہیا تو تھیندار سر

ہلاندے ہوئے بولیا۔

”اپنا بھیتہ تو ہم بھراں ے گے“

”سُر کے نیں یوہ رولا مھارے گل گھل گیا۔ تو کون آگے آوے گا“

”ہم کد روکاں ساں۔ تھم تسلی کر ليو اپنی“۔

ٹھلے دار تھیندار کے کاندھے پے ہاتھ دھر کے بولیا۔

”ہم تو نیوں کہہ رے ساں“

”جد مرٹینے کی گھر آلی اُر اُس کا پوت کسے کا ناں نہی لیندے۔  
گام آٹے بھی کرے کے نزدوس ہوٹ کی سیادھی دینھ سیں تو تھم کیوں  
اُس کا ناں لیو سو۔“  
”کیوں بھائیو“

”ٹھلے دارنیں گام آلیاں تے پوچھیا۔  
”کرما نزدوس سے، کرما اسا کام نہی کر سکدا دھوٹو کی نیوئیں لکھی  
تھی۔“

”گام کیاں تے، تو پوچھن کی دیر تھی۔ سارے ء پاٹ کے پڑے  
ٹھیک سے ٹھیک سے۔“

تھنیدار روٹا ماچدے دیکھ کے بولیا  
”ٹھیک سے ٹھلے دار“

”تھم ء نہی چاہندے۔ تو میرے کے پھیاری سے؟ میں کیوں  
کسے نزدوس نیں پھنساؤں گا؟۔“

”مرٹینے کے پوت کا ارگام کے دو چار ماٹساں کا بیان لکھوا دیو۔  
میں اِس رائے کا اُرے ء انت کر دیوں گا۔“

تھنیدار ہاری ماندے ہوئے بولیا۔

ٹھلے دار تو چا ہوے ء نیوں تھا۔ ٹرت ء ہامی بھر دے ہوئے

بولیا۔

”جیو کر تھاری چاہنا۔ لکھ لیو۔“

بیان لیاں پاچھے تھنیدار جاں نیں اُٹھیا تو سارے ء ماٹس کھڑے  
ہو لئے اُن کے جاندے ء گام کے لوگ بھی اپٹے گھراں نیں چال پڑے  
تو ٹھلے دار نیں ”کا کے“ کے سر پے ہاتھ پھیر کے کہیا۔

”اللہ کی کرنی یٹا“

”ماٹس کے بس مینھ سے ء کے“

”کا کا“ آنکھاں مینھ آہنجو بھرے گھر کانی چالیا تو ٹھلے دار بارٹ  
لگ اُس کے گیل آیا۔ بارٹ آگے اُس نیں چھوڈ کے وا بھی اپٹے گھر بگ  
گیا۔ ”کا کا“ گھراں آیا تو سانجھ اُترن لاگ لی تھی۔ آنگن مینھ اُس کی ماں  
دھورے اب ء لگ گام کی کچھ لگائی بیٹھی تھیں۔ وا چپ چالا آکے  
کرے مینھ پڑی کھاٹ پے پڑ گیا۔

کا کا تھا تو بالک ء پر اتنا بالک بھی کونیاں تھا۔ آٹھویں مینھ پڈھے  
تھا۔ آچھی بھونڈی بات نیں سمجھے تھا۔ پر آج اُس نیں تین دن ہو لئے۔  
سوچاں کے جنگل مینھ ڈڈیلے کھاندے نیں۔ اب ء لگ اُس نیں دو باتاں کا  
بھیت نہی پایا تھا۔ تین دن تے دونوں ء بات اُس کے بھیتر کسے بچھو کی  
ڈھال ڈنک مارن لاگ رہی تھی۔

”ماں نیں یوہ کے کری‘ اس نے اپٹے آپ تے پوچھیا۔“

”جد ماں آریں کمرے تے بارھ آئے تھے تو باپو آر چا چاہا تھا پانی  
ہوئے ء تھے۔ مہارے سامنے ء چاچے نیں باپو تے دھکا دیا تھا۔ دھکا  
دیئے تے ء باپو کا سر کھوٹے پے جا کے لا گیا تھا۔ پھر میری ماں نیں پلس  
تے کیوں نہی بھتایا۔ میرے تے باپو کی سوں کیوں دیئی۔ ناں آپے کچھ  
کہیا ناں میں ء بولن دیا۔“

اس کے بھیتر سوچاں کا جال لامبا ء ہوندا گیا۔  
”باپو کی چاچے گیل لڑائی کیاں پے ہوئی۔“

باپو تو گھنا ء بھلا ماٹس تھا۔ چاچا فوج میں بگ جے تھا۔ تو باپو چاچی  
کا کتنا دھیان راکھے تھا۔ اُن کے گھر کا آرکھتاں کا کام کاج میرا باپو ء کر دیا  
کرے تھا چاچی گھر میںھ اکیلی ہو تھی۔ تو آدھی رات اُٹھ کے چاچی کا میرا  
کرٹن جاڈے تھا۔ کدے تو لی تو کدے تڑکے ء بو ہڑے تھا۔ مرٹ تے  
پہلڑی رات نیں تو باپو سویا بھی اُن کے ء تھا۔ چاچا کرما رات نیں گھراں  
آیا تھا۔

تین نیوں کیوں پڑیا سے بیٹا۔“

اے واسوچن ء لاگ رہیا تھا۔ جد اُس کی ماں نیں ء بھیتر آ کے  
اُس کے سر پے ہاتھ دھر دے ہوئے پوچھیا۔  
”کچھ نہی ماں نیوئیں۔“

مامتا کا ہاتھ سر پے آیا تو اُس کی آنکھیں میںھ آہنجو آگے۔

”ماں! میں کچھ سوچ رہیا تھا۔“

کے سوچے تھا بیٹا۔ اب سوچن تے کے بٹے تھا۔ اب تو تیں  
آپے نیں جوڑ کے راکھ۔ سب کے تنے ء سانجھٹا سے۔ تیرے سوا اور کوٹ  
سے میرا۔“

”ٹھیک سے ماں“

میں کچھ پوچھنا چاہوں سوں“

کا کے نیں کھاٹ پے اٹھ کے نیں بیٹھدے ہوئے کیا۔

”پوچھ بیٹا۔۔۔۔۔ کے بات سے؟“

اُس کی ماں اُس کے دھورے ء کھاٹ پے بیٹھدے ہوئے  
بولی۔ چاچے نیں میرا پوپا کیوں ماریا۔ بابو تے چاچے نیں مہارے آگے ء تو  
دھکا دیا تھا۔“

”ناں تو تھم نیں ء پلس تے کچھ بھتیا۔ نال میں ء بولن دیا“

”یوہ کے کرمی ماں تنے؟ کے کرمی؟“

کا کے نیں روندے ہوئے اپنی ماں تے وینھ بات پوچھ ء لینی جو  
تین دناں تے اُس نیں ڈسٹن لاگ رہی تھی۔ جن کا اُس نیں کیوکرے  
بھیت ء نہی پارھیا تھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ بیٹا“

اُس کی ماں ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

”تیرے پاؤ گیل نیوئیں ہوئی تھی۔ کرنٹی کا پھل تو اُس نے ملنا ء  
 تھا“ اُس نیں تو مرثاء تھا۔ جے نیوں ناں مردا تو۔۔۔۔۔“  
 ”تو۔۔۔۔۔ کے ماں“  
 نیوں پوچھ کے کا کے نیں اپنی ماں کافی دیکھیا تو اُس نیں نیوں لا گیا  
 جٹوں اُس کی آنکھیاں تے آگ برسن لاگ رہی ہو۔  
 ”تو۔۔۔۔۔ تو میں اُس نیں مار دیوں ہا“

## مراڑ

راؤ رحمت علی

رات کے دس بج لئے ہوں گے جد گاڑی میں پہلی سیٹی دیسی میں توٹی  
سی گاڑی مینھ چڈھ لیا۔ لاگدا تو کونیاں جو سیٹ مل جے گی۔ مئے ٹیشن پہ بھیڑ  
دیکھدے ہوئے سوچیا بولی کے ایک کانی تے دوسری اوڑنے جاندے ہوئے مئے  
دو برتھ رتی دکھی تو میں ایک برتھ پے اپٹائیگ آگے نیں سرکا کے اوپر چڈھ گیا برتھ  
پے بیٹھیاں پاچھے مئے سکھ کا سانس لیا۔ گاڑی نیں دوسر کے سیٹی دیندے ا انگ  
دئے سی اسٹیشن چھوڑ دیا میرے برابر آلی برتھ پے بھی ایک ستر ا اٹھاراں  
برس کی سوہٹی سی چھوری بیٹھ لی تھی اور ایک لگانی جو کیرا اس کی ماں تھی اس  
کی برتھ پے چڈھن کا کارن کرن لاگ ری تھی۔ چھوری نیں اس کا ہاتھ پکڑ کے  
اوپر کانی کھینچا !

"اماں سنبھل کے !"

واچھوری بولی تو مئے دو باتاں کا بیر الاگ گیا۔ ایک تو یوہ اک اس کے  
گیل اس کی ماں سئے۔ دوسری یوہ اک جتنی سوہٹی و آپ سے اتنا سوہنا اس کا  
بول سئے۔ گھنی آچھی ار سوہٹی چھوریاں مینھ گئی جا سکے تھی واہ۔ کالی کالی لا  
مبی لامبی پلکاں کی چھاں تے کالی کالی کھلی کھلی آنکھ تھی اس کی۔

یوہ کے !

مئے اپٹے آپ تے کہیا۔ اتنی سوہٹی آنکھاں مینھ آہنجو۔ نیوں لاگے تھا جنوں کاٹے بادل ایسے برس کے تھے سیں۔ پھیر بھی دکھ کی دھول اس کی آنکھاں مینھ دور لگ اڈی پھرے تھی اس کی آنکھاں کے کوروے کہہ رہے تھے اک ان بادلاں مینھ ابے گھنا پانی سے ابے کھل کے بھی برے سیں۔ کے بیرا کسے انے تے بجھڑن کا دکھ ہو۔ کے بیرا کچھ کھس گیا ہو۔ میں ابے سوچ ی رہیا تھا جد اس کی ماں نے اس تے کہیا تو منے اس کے نام کا بیرا لایا۔

رجو بیٹی مڑا پانی دے

اُس نے پانی کی بوتل اپنی ماں تے دیتی تو منے پھیر اُس کافی دیکھیا اس کی پلکاں میں اب لگ باڑھ کا پانی سوکیا نہیں تھا۔ میرا جی کریا میاس تے پوچھوں۔ کے بات سے تیں کیوں رووئے سے؟ جد منے اپٹے بھتر اتنی ہمت نہیں پائی تو اپٹا بیگ سر تلے دھر کے برتھ پے لیٹ کے آنکھ موند لی۔ ارسوٹ کا چاراکرٹ لایا۔ ایسے ننڈیا ساگر میں پاں دھریا تھا۔ منے نیوں لایا جٹوں کوئے سبکن لاگ رہیا ہو۔ میں ان سنی کر کے آگے نیں ہو یا تو پھیر نیوں لایا جٹوں کوئے سبکن لاگ رہیا ہو۔ اب کے سبکیاں گیل ایک بول بھی سنیا۔

”بس کر رضی بیٹی نیوں اے لکھیا تھا“

اتنا سن کے میں پھیر کنٹھارے پے آگیا۔ بیرا تو لاگے کے بات سے۔

مئے سوچیا۔

”بس کر بیٹی نیوں کد لگ رووے گی۔ کیوں رو رو کے آپے نیں کھوٹ

لاگ ری سے“

رضیہ کی ماں نے کہا تو اُس کی اپنی بھوبھ چھٹنی نہیں ہوگی۔ اُن کے ار  
میرے بیچ لاکڑی کی چھوٹی سی تو بھینت تھی۔ مئے ایک چیر مانہ کو دیکھتا تو نیوں  
نے واہے چھوری آنکھ مسچے پڑی سبکن لاگ رہی تھی۔

”اے ناں رووے بیٹی“ اس کی ماں نے اس کی بانہہ ہلانے ہوئے  
کہیا۔ مئے پھیر سوچا میرا تو لاٹا چامیہ کے بات سے۔ میں اٹھ کے بیٹھیا تو گاڈی  
بہاؤ پور تے چال پڑی تھی۔ مئے اورے دھورے دیکھا تو اکا دکا مائس جاگدا  
پایا کوئے کوئے ان میں بھی اونگھن لاگ رہیا تھا مئے جی ٹھاڈا کر کے اگلے سی  
پوچھ لیا۔

”کے بات سے ماں جی“

”تھم کیوں روٹ لاگ رہے سو؟“

الذناں کرے کوئی مر تو۔۔۔۔۔؟

مئے اپنی بات ادھوری ۽ چھوڈ دی اس میں مونھ میرے کافی کریا تو مئے  
اس کی آنکھاں میں دکھاں کا اندھیرا دکھیا۔

”ہاں بیٹا تیں ٹھیک ۽ کہہ رہیا سے یہ میری بیٹی سے آج ہم دونوں مر  
گے ساں“ اس نے اس کے اس ڈھال تے کہیا میں بھیت تے کانب کے رہ گیا۔  
مڑی ہاٹ چپ رہ کے مئے پھیر پوچھا  
”ماں جی“

”تیں تھارا بیٹا ناں سہی، پر بیٹے برگا تو سوں تھم آچھا جاؤ تو مئے بھتاؤ  
بات کے سے“

”کے بھتاؤں بیٹا۔ جے میں بیٹی کی ماں ناں ہوندی تو یوہ دن ناں دیکھٹا

پڑا“

اس نے ٹھنڈا سانس بھر دے ہوئے کہا۔ رضیہ کی سبکی تھم گئی تھی یا تو واروندے روندے سوگی تھی یا چپکی پڑی مھاری بات سنن لاگ رہی تھی۔ جد اُس کی ماں نیں بات آگے چلان دے ہوئے کہا۔

”حیدر آباد کے دھورے ء مھارا گام سے سائیں جو گوٹھ۔ میری پانچ بیٹی سیں بڈی سے رضیہ۔ یوہ نو سال کی تھی جد اس کا باپ مریا۔ منے اپنی چھوری کیو کر پالی سیں میں ء جاٹوں سوں۔

رضیہ کا باپ چار کیارے چھوڈ کے مریا تھا ان کی ء باہی تے مھارا پیٹ پلدا رہیا۔ رضیہ نیں بی اے کریا تو منے بیاہ کی چنتا ہوئی چھے مہینے ہوئے جد رضیہ کا بیاہ ملتان کریا تھا، صادق آبادینھ مھارے سگیاں کا ایک گھر بیٹھیا سے اللہ ان کا بھلا کرے ان نیں ء یوہ ساک کرایا تھا۔ ان نیں کے کہوں مھارے ء نصیب پھوٹے تھے چھورا کتے اور بیاہ کراٹا چاہوے تھا۔ باپ کے دابے یںھ آکے ہاں کری ہوگی، بیاہ کے دو دن اں پانچھے ء اُس نیں اِس کرم جلی تے منہ پھیر لیا، بھتیرا کہیا سُنیا بھتیرا ء سمجھایا، مان کے ء ناں دیا، میں آئی تو تھی رضیہ نیں لجاٹ نیں۔ چلو کچھ دن باہٹاں دھورے رہ لے گی، پھوٹ گے مھارے بھاگ، اس کے لوگ نیں طلاق ء، دے دی، رضیہ کے سسرے نیں تو بھتیرا روکٹا چاہیا، پر مھارے ء جی پاٹ گیا تھا، اتنی ہولی، پھر اُت رہن کا مھارا کے کام تھا جد اُس نیں اپنے ماں باپ کی ء نہی راکھی تو مھاری کے سنے تھا، اب یوہ رووے سے اب روٹ تے کے بٹے تھا؟

”دکھ ہو یا تمہاری بات سن کے۔ دنیا میں کسے کسے کٹھور ماٹس پڑے

سین“

اُن کی بات سن کے منے کہیا۔

”میں بھی صادق آباد کا رینیاں سوں، تمہارے سگے کت پیٹھے سین“

منے پوچھیا

”ان کا اپنا ہسپتال سے صادق آباد سینھ۔ ڈاکٹر احمد علی نیں کوٹ نہی

جاندا“

رضیہ کی ماں نیں بھتیا تو میں بھیترتے ٹوٹ پھوٹ کے رہ گیا میں ڈاکٹر

احمد علی کا تو بیٹا تھا، منے سوچ لیا جو کام میرے باپ کے ہاتھ تے ہو کے بگڑیا

سے اُس نیں میں سنواروں گا۔

”تیں کس سوچ میں پڑ گیا بیٹا“

”تھم نیں اے جو نام بھتیا سے میں ان کا بیٹا سوں“

رضیہ کی ماں نیں ٹوکیا تو میں اپنی سوچاں تے بارھ آندے ہوئے بولیا

”تیں احمد علی کا بیٹا سے“

رضیہ کی ماں نیں پوچھیا تو منے نیوں لاگیا جنوں اُس نیں میری بات کا

بھروسہ نہی کریا۔

”کے ناں سے تیری ماں کا؟“

”میری ماں کا ناں تو رابعہ سے آر میرا ناصر علی“

اُس نیں میری ماں کا ناں پوچھیا تو منے اپنا بھی بھتا دیا۔

”تنے ٹھیک کہیا بیٹا“

”میں سگی تو کوئی پر تیری موسی لاگوں سوں“

”میں تو تھم نیں ماں جیئ کہوں گا“

ماں جی نیں بھتیا تو منے کسے پھول کی ڈھال کھلے ہوئے کہیا۔

”ہاں بیٹا۔۔۔ موسی بھی ماں آ ہو سے“

ماں جی نے ٹھنڈا سانس بھر دے ہوئے کہیا

”تیں رکت سے آرہیا سے؟“

ماں جی نیں پوچھیا

”میں بھی ملتان تے آ بیٹھیا تھا گاڈی مینھ“

”میں پڈھیا کروں ملتان میں، دس بارہ دن کی چھٹی تھی جاہیں تے گھر جا

رہیا سوں“

نیوں کہہ کے منے ان کے بولن کی باٹ دیکھی۔

”جو بیت گی اُس کا بھولٹا اچھا ہو سے ماں جی“

”اللہ آگے اچھائی راکھے، اللہ نیں چاہیا تو میں پانچ چھ دن میں اپٹے گھر

کیاں نیں بھجیوں تھارے گھر، جے تھم کہو تو“

مڑی ہاٹ باٹ دیکھ کے آنکھ تلتے نیں کر دے ہوئے منے کہیا۔

”بیٹا میں تیری بات سمجھ رہی سوں“

”میں جاٹوں سوں تیری ماں نیں واکدے بھی نہی مانے گی“

ماں جی۔

”جے ایک بیٹا اپٹے ماں باپ تے اوپر ہو کے تیری بیٹی کا ہاتھ چھوڈ سکے

سے تو دوسرا بیٹا تھام بھی سکے سے“

منے اگلے دنی سہی کہیا۔

”بیٹا ہم نین اسے سپنے ناں دکھاوے جن کے ٹوٹن پے ہم پھیر مر جاں“

”تھم بھروسہ راکھو ماں جی“

منے کہیا تو رضیہ کی ماں بولی۔

”میری دھی نین سہارا مل جے میں دکھیا اور کے مانگوں۔“

ریل صادق آباد کے نیڑے لاگ لی تھی میں اپٹا بیگ ٹھا کے برتھ تے

نچے آگیا، گاڈی تھی تو منے ماں جی تے سلام کریا ارڈے کے بارٹے کافی چال

پڑیا۔ بارٹے مینھ آکے منے مڑ کے دیکھیا تو دونوں ماں بیٹی میرے ء کافی دیکھن

لاگ رہی تھی۔ مڑی ہاٹن نین رضیہ گیل آنکھ ملی تو منے میرا لاگ گیا اک اُس کے

من مینھ بھی میری جگہ ہولی سے، نیوں لاگے، تھا جنوں اُس نین مھاری ساری ء

بات سن لی ہوں۔ منے ہاتھ ہلایا ار گاڈی تے اُتر کے اسٹیشن تے بارھ آگیا،

تھوڑی ء دور مھارا گھر تھا میں گھر پہنچیا تو رات کے تین بج لیے تھے۔ ماں نین

کھاٹ پین کا پوچھا تو میں ناٹ گیا، ملتان تے کھاپی کے چالیا تھا بھوکھ تھی کونیاں،

نیند گہرے دیے آوے تھی گاڈی مینھ تو سویا ناں تھا، ماں تے دو چار بات کر کے

کمرے میں جا کے سویا تو دن چڈھے اُٹھیا۔ نو اک بجے سی نہا دھو کے منے اپٹی

ماں تے ساری بات بھتائی، اپٹے بچار بھی بھتائے تو ماں میری بات سن کے سوچ

میں پُگی، مڑی ہاٹن چپ رہ کے کہیا۔

”یوہ کے سو جھی تے“

”میرا ایک ء پوت سے کے ساکاں کا توڑا پڑ رہیا سے“

”ہم کیوں کسے کی چھوڑی ہوئی نیں لیاواں تھے، ایک تے ایک ساک  
آٹ لاگ رہے، میں تو تیری پڈھائی سمنڑن کی باٹ دیکھ رہی تھی۔“  
تے یوہ کے آئی، اسی بات کر جو مانی ہے۔“  
”بیاء تو میں اڑے ء کراؤں گا، تھم مان جو گے تو ٹھیک، نہی تو منے آپے  
کچھ سوچنا پڑے گا۔“

منے بھی بات کا توڑ ء کر دیا۔  
”اریو تو میں بھی ناں ہوں دیوں“  
ماں نیں کہیا۔  
”پھیر سوچ لیو“  
اتنا کہہ کے میں گھرتے بارھ آگیا سارا دن گھرتے بارھ کاٹ کے سانجھ  
نیں گھر آیا تو ابا جی میری ء باٹ دیکھ رہے تھے۔ تڑکے ء میں اٹھیا تھا تو وینھ  
ہسپتال جا لیے تھے، ایب منے سلام کریا تو ان نیں اپٹے دھورے ء بٹھا لیا۔  
آج سپوت لاگیا سے تیں۔  
وینھ بولے۔ میں بولن لاگیا تو اُن نیں ڈاٹ دیا۔  
تیری ماں نیں سب کے بھتا دیا سے۔  
پر ماں تو ماندی کونیا ماندی۔  
منے سرتلے نیں کر دے ہوئے کہیا۔  
”ارے میں آپ منالیوں گا، تڑکے ء تیرے مامے صدیق تے بات  
کروں گا“

تیں دھیر باندھ، ابا جی نیں کہیا۔

دھیر تو میری اُن کی بات سندے ۽ بندھ گی تھی، اوں بھی ماں پڈھی  
 لکھی تھی سمجھار تھی، اگلے ۽ دن بار ماندے ہوئے بولی،  
 ”تھم دونوں باپ بیٹا رل گے سو، ایب میری کت چالے تھی، جیو کر  
 تھم آچھا جاؤ منے تو جلیل ہونا پڑے گا۔“

”ماں ان ۽ دو چار دنن مینھ بات کر ليو“

منے کہیا تو ان کی ہانسی چھٹ گی۔

”آجے ناں بگ جاں“

”اسی بھی تول کوئیاں“

میں بولیا۔

”اسے کا ماں میں وار تو ہو یا ۽ کرے تیرے مامے نیں آجرت دے پھیر ۽

جاں گے۔“

امی تو یہ کہہ کے رسوئی کا نی بگ گی۔ میں بارھ نیں چال پڑیا، ماما صدیق  
 آیا تو منے گھر آئے نیں ساتواں دن تھا، رات نیں سارے رل کے بیٹھے تو اگلے ۽  
 دن جاں کی ٹھن کی بارہ بجائ کے اورے دھورے ۽ سویا ہوں گا میں، رات کے  
 دو بجیاں کا سہ تھا جد منے نیوں لاگیا ابا جی منے بول دین لاگ رہے سین، آنکھ کھلی  
 تو پھیر ابا جی کا بول سٹیا منے تولی سی بارٹا کھولیا تو ابا جی گیل امی ار ماما صدیق بھی  
 دکھے، امی کا نی دیکھیا تو لاگیا جٹوں روٹ نیں ہو رہی ہو۔ ابا جی نیں مرے ہوئے  
 بول تے کہیا۔

”بیٹا“

”رضیہ تو مرگی“

”کے“

میرے منہ تے لکڑیا۔

”ہاں بیٹا“

”اے اُس کے تانے کا فون آیا سے، رات اُس نیں سپرے پی لیا“

”واہتا رہیا تھا، اک سانجھ نے اُس نیں اپنی ماں تے کہیا تھا“

”کون کسے کا ساتھ دے تھا، میں آدرگیل جی بھی سکدی تو آدرگیل اپٹے

مرٹ کی باٹ دیکھوں“

مری آنکھیاں آگے تو رضیہ کے مرٹ کا سن کے اندھیرا آلیا تھا، منے

نھی میرا باجی نے اور کے کچھ کہیا میں تو نیوں سوچ رہیا تھا،

اللہ اُس کے گیل تو اور کسے نیں کٹھور پن بریتا تھا پر منے کے کریا تھا۔

میرے ماتھے مراڑ کیوں لا گیا؟

## دوسرا بیاہ

راؤ رحمت علی

”ارے مادو۔ یار ترے بیاہ نہیں گھٹے برس ہو گے کوئے بالک کونا ہو یا

ایب تائیں۔“

”بھئی یاہ تو مالک کی مرجی سے۔ اس مینھ کسی کا کے جور سے۔“

”میرے یار اتھی جمن جیجادیسے۔ اس کا کوٹ رکھوالا ہوگا۔ تیں اور بیاہ کیوں نا کر

لیندا۔“

”یار بیاہ تو کر لوں پر اگلی بی تو مامے کی بیٹی سے۔ اس نے کت کروں۔؟“

”وا رہیں جاگی تیرے پے اُس کے کھاٹ کی روٹی کونا کے۔“

”روٹی تو سے۔ پر فیری سوکن کا اوٹنا بڑی مشکل بات سے۔“

”ایک کام کر۔ اپنی لوگائی تے پوچھ لے۔ تیں کہے تو مین دوسرا بیاہ کر لوں۔ کیبرا

کوئے چھوٹ ۽ ہو جے۔

ہاں یار بیاہ ٹھیک کہنے سے۔ میں آج ۽ بوجھوں گا۔

سانجھ میں دونوں لوگ لوگائی کٹھے بیٹھے تھے جد مادو آستے سی بولیا۔ تاجن۔ مری

ایک بات سن۔ تیں کہے تو میں اور بیاہ کر لوں۔

تاجن ہنس پڑی۔ جبرور کرا لے۔ یاہ تو تنے میرے منہ کی بات کر دی۔ میں گھٹے دنوں سے یاہ سوچ رہی تھی۔ اک میں مادو سے کہوں میرے تو اولاد کونا لاگی تیں اور یاہ کر لے جو اس جیجاد کا مالک تو کوئے ہو۔ واہ تڑکے اپٹے بھائی دھورے گئی۔ بھائی سے کہن لاگی۔ اپٹے بھٹوئے کا کتے ساک ٹوہ۔ میں اس کا دوسرا یاہ کروں گی۔

بھائی بولیا۔ تاجن تین پاگل ہو رہی ہے۔ اپٹے اوپر سوکئی لاوے سے۔ بھائی اس کی اتنی ساری جیجاد سے جب اس کا والی وارث ء کونا تو وا جیجاد کت جاگی۔

اچھا باہن تیں کونا مانی۔ تو میں اپٹے سالے کی بیٹی کا ساک کرادوں گا۔ وامڑی دھڑی پڈھی ہوئی بی سے آرجوان گا بھروسے، گھر کام دھندابی کر دے۔ سب سے بڑی بات جو ترے ہاتھ تلے رھوے گی۔ میں تڑکے ء جانگا بات کر آؤں گا۔

اگلے دن اس کا بھائی اپٹے ساٹے دھورے گیا۔ اس کی بیٹی کا ساک پکا کر آیا۔ یاہ کی چٹھی لے آیا۔ یاہ ہو گیا۔ سارا گام نئی بہو نیں دیکھن آیا۔ بڑی کھسی ہوئی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہو یا۔ برس دن پاچھے اللہ نیں بھاتڑا سا چھورا دے دیا۔ گام پنھ لاڈو بانٹے ڈوم میرا سیاں نیں نینگ لیا۔ دو سال پاچھے اللہ نیں دوسرا چھورا دے دیا۔ ایب کے تھا لا را لاگ گا۔ ہر دو سال پاچھے چھورا۔ بارہ سال یاہ نیں ہووے چھ چھورے ہو گئے مادو نیں دونوں لوگائیاں گیل برابر کا سلوک کرا، کے مجال کوئے فرک پڑجے۔ تاجن بی کھس۔ نئی لوگائی بی کھس، بگڑکی لوگائیاں نیں سوچیا۔ یوہ مادو نے دو لگائی کر رکھی سیں۔ پر انکی لڑائی تو کونا ہوندی۔ یاہ کے بات سے بگڑکی لوگائی لاگی لائی بو جھائی کرٹ۔

تاجن میں کیسے سیکھا دیں۔ جنتی میں کیسے کہہ دیں۔ مادو تو باہر کا مرد تھا۔ اس میں کسے بات کا بیڑا کونا گھر میں دونوں اوکٹ سوکٹ سارا دن جو تم پجاری رہیں مادو میں جدیڑا پاٹھا۔ جد تاجن ابٹے بھائیاں کے جاٹ کھا تر تیار ہوئی۔ مادو بولیا کیوں جا سے تاجن؟ میں اُڑے ایک گھڑی کو نار ہوں گی۔ اس کے چھ چھوڑے ہو گے میرا اُڑے کے دھرا سے۔ مادو سیاٹا آدمی تھا۔ اس میں سوچا کھیل بگڑ کی لوگائیاں میں رچایا سے۔ مادو میں اپٹی دونوں بیر بانی سمجھائی۔ ار بگڑ کی لوگانی گھر آن سے روک دی۔ فیر تو دونوں اوکٹ سوکٹ سکھ چین سے گھر میں رہن لاگ گی۔ ہندا بسدا گھر ۷۴۹۱ء میں پاکستان میں آ کے اوکاڑے میں آباد ہو گیا۔ ایب مادو کے کل ملا کے چھبیس بیٹے، آر پوتے پوتیاں سیں، مادو مر گیا۔ دونوں لوگانی بی اللہ میں پیاری ہو گی۔

[illegible]

آزماواں "تینوں چھورے اٹھ کے اس لگائی کے پچھے پچھے چال پڑے۔ گر میاں کی رات کے گیارہ بجن آلے تھے۔ کتے کتے مانس سڑکاں پر دکھیں تھے۔ جد اس لگائی نے تھوڑا شک ہو یا، وا اور تیز ہو لی۔۔۔ آر اپنی چادر اور زور گیل لپیٹ لی۔ مصیبت میں آئی عورت چادر میں لھک کے سمجھے سے کہ سب سے لھک گی، ایب اس تک کسی کی گندی نظر نہی پہنچ سکدی!!۔۔۔ چھورے پچھے پچھے لاگ رے تھے۔ آواز کسدے، چھیڑ دے ہوئے!! وا سب سے بے نیاز اپنی سوچاں میں گم چالے جاری تھی۔ کے بیراکت جانا تھا اُس نے۔ کیوں سڑکاں پہ پھر ری تھی!! "رے ہم نے بھی گیل لے چال۔۔۔ چھمک چھلو" ایک چھورا گھنا اوور ہو گیا۔ "یار یو سارے ریٹ بدھان کے حیلے سیں، اسے ماری پچھے لائے پھر ری سے" دوسرا نے ہونٹاں پہ جیب پھیری۔ اس عورت نے بڑی سڑک پر پہنچ کے ایک رکشہ سے اشارہ کرا۔ رکشہ زکیا تو بولی "بھائی منے مولود چوک جانا سے" "ہاں جی، کیوں نہی بیٹو، آجو" رکشہ آلا نے کلی عورت دیکھ کے خوش اخلاقی جھاڑی۔ پچھے لاگے لپے لفنگے بھی ایک رکشہ روک کے پچھے لاگ لیے۔ رکشہ آلا مولود چوک کا نام سُن کے کھٹک گیا کہ یو ٹھیک عورت کوئی، ایک تو آدھی رات، اوپر سے کلی، اوپر سے مولود چوک جو پہلے بدنام سے!! چوک کا نام تو راکھن آلا یا نے سوچ سمجھ کے بابرکت راکھیا تھا، پر آہستہ آہستہ یو چوک بدنام ہو گیا، ہر طراں کے غلط سودے اس چوک پہ ہون لاگے، برکت تو کے بنڈدی، شریف لوگ اس پاسے آن سے بھی کترن لاگے۔ اسے ماری ڈرائیور کلی لگائی ار مولود چوک کا نام سن کے کھٹک گیا۔ "چال رے ذُلفا، کے بیرا بھاڑے کی جگہ کئے اور ء مل بے" ڈرائیور نے جھوم کے گھٹی ہلائی آر ٹیپ چلا دی۔ "رانا جی ماھنے ناف کرنا، گلتی مھارے سے ہو گئی" والگائی نیولاگے تھا جس طروں دنیا

جہان سے غافل بیٹھی ہے، اگنلیاں نے مروڑ دی، چادر نے سنبھال دی، رکشہ کی بیک سے سر نے ٹیکے سوچاں میں گم۔۔۔ کدے شانت، کدے بے کل!! ذلفا ڈرائیور نے شیشہ سیٹ کر یا آر بہانے بہانے سے شیشہ میں اس نے دیکھن لا گیا۔ اس کا یوئے خیال تھا کہ مولود چوک پہ جا کے یو کسے اور کے گیلے بگ جے گی، والا سے منظر روز دیکھے تھا، ڈرائیور اُوں بھی سارے علاقے کی دائی ہوں سیں، کتہ کے ہو ریاسے، سب پتہ ہو سے اُن ننھے۔ تولی مولود چوک آگیا، ذلفا نے رکشہ سائیڈ پہ لگا دیا۔ اسے ہان میں پچھلا رکشہ بھی پہنچ لیا، کلی لگائی کے پیچھے لاگے چھوڑے دھم دے سی ڈاک مار کے رکشہ سے اترے، اس بچاری پہ ساریانے والا را کھیا تھا!! "بھائی، تھوڑا تھیسے، میں ایسے آئی" عورت تھکی تھکی آواز میں کہہ کے اتر گی، تیر کی طرح سامنے میڈیکل سٹور کا ننھی چال پڑی، کاونٹر پہ کھڑا چھوڑا بھی سنبھل کے بیٹھ گیا۔ "آدھی رات نے کلی عورت۔۔۔ یو بھی کسے کے گیلے جان آلی سے تھوڑی دیر میں" چھوڑا نے داند پاڑے۔ عورت نے کاغذ کا مڑا تڑا ہوا ایک ٹکڑا پلو سے کھولیا آر کاونٹر پہ دھر کے رون برگی آواز میں بولی۔۔۔۔ "میرا لعل مر جے گا بھائی، منے تولی یہ دوائی دے دیو"

آتے بالکاں کا کھینا  
آتے بھوتیاں کا باس  
آتے بہو کا پیسنا  
آتے سسر کی کھاٹ  
مفہوم:

انسان نے اسی دنیا میں زندگی گزارنی ہے جہاں ہر طرف مطلب پرس اور دھوکے باز لوگ رہتے ہیں۔ انسان دنیا سے کسی اور جگہ جا کر زندگی نہیں گزار سکتا اس لیے اُسے جگہ بدلنے کی بجائے اپنا آپ بچا کر رہنا چاہیے۔

## بئی، کھاتے

احمد سجاد بابر

”ابا۔۔۔“

نسرین نے جھجکدے ہوئے الگ دٹے سی کہا۔

”ہاں بیٹی، بول۔۔۔ کچھ چامیے تنے؟۔۔۔ پیسے چامیے تو ماں سے لے لے“

عبدالغفار نے بئی کھاتیاں پہ سے نظر ٹھا کے بیٹی کا نہی دیکھیا۔ سارا دن منڈی میں سرکھپا کے، رات میں پھیر حساب کتاب دیکھنا اس کی روز کی روٹین تھی۔

”ابا وا۔۔۔۔“

نسرین کہندے کہندے پھیر رُک گی۔ اس کے چہرے پہ سوچ کی گھٹنا چھاری تھی۔

”چھوری، بولی تو نہی ہوگی تیں۔۔۔۔ بولدی نہی، کے مسئلہ سے بیٹی؟“

غفار آڑھتی نین غصے سے کہا

منڈی میںھ آڑھت کی وجہ سے سارا علاقہ عبدالغفار نین ”غفار آڑھتی“ کہوے تھا۔

ابا۔۔۔ وا۔۔۔ فرحین کی کالج میںھ پہلی پوزیشن آئی سے۔۔۔۔ امی نین وعدہ کریا

”تھا کہ ہوٹل میںھ کھاٹا کھاٹ چالاں گے جو پوزیشن آگی تو۔۔۔۔“

نسرین نین رُکدے رُکدے بات پوری کری دیئی۔

بس پھیر کے تھا، ہوٹل کا نام سُندے غفار آڑھتی کا منہ لال ہو گیا، گھٹی کی رگ کھنچ گئیں، آنکھاں مینھ غصہ بھر گیا۔ ہاتھ مار کے بئی کھاتے پرے میں بگا مارے۔  
 یو کنجر خانہ اُرے بھی ہوٹ دیوؤں میں۔۔۔۔۔ شریف لوگ ساں ہم ”  
 ۔۔۔۔۔ مھاری دھی بیٹیاں میں کدے ہوٹلاں کی شکل تک بھی دیکھی، تھم میں  
 کس چیز کی کمی سے جو ہوٹلاں ار بزاراں مینھ جائے بنا تھارا جی ء بھی لاگدا، گھر  
 مینھ بُک کے بھی بیٹھ سکدے تھم۔۔۔۔۔ تئے سوچیا بھی کیوکر۔۔۔۔۔ دفع ہو جا  
 ”اُرے سے، زبان کھینچ لیوں گاتیری

غفار آڑھتی منہ آئی بولد اربیا، تھوک پھینکدا رہیا۔۔۔۔۔ نسرین روندی ہوئی اُٹھے  
 سے بھاگ گی۔ دروازہ کے دوسری اوڑکھڑی فرحین اُر اُس کی ماں آنجھواں گیل  
 رو پڑیں۔

! ! یو اس گھر کی روز کی کاٹھی تھی

\*\*\*\*\*

عبدالغفار عرف غفار آڑھتی میں سودھی آندے دُکھ ء دُکھ دیکھے۔۔۔۔۔ باپ کس میں  
 کہو میں سیں، اس میں بیر ء بھی تھا۔۔۔۔۔ یتیم پیدا ہویا، پانچویں جماعت مینھ تھا کہ  
 ماں کی چھاں بھی چھٹ گی، منڈی میں مزدوری پہ لاگ گیا پیسٹ کی آگ جو بُجھاٹی  
 تھی۔۔۔۔۔ گھر کے نام پہ دو کوٹھڑے اور باسٹن بھانڈے کے نام پہ دو ڈھوبرے  
 ملے، بس یو ساری جمع پونجی تھی، کد بچپن آیا ار کد جوانی، ٹھالی بیٹھنا کس کھیت کی  
 موٹی ہو سے۔۔۔۔۔ اس میں کے بھی بیر تھا۔۔۔۔۔ دن رات ڈٹ کے جان  
 توڑٹی اریسہ کٹھا کرٹا، یو اس کی زندگی کا مقصد تھا۔۔۔۔۔ اس میں دُکھ کھائے تھے  
 دُکھ پیے تھے ارفاقے اوڈھ کے سویا تھا، اس ماری اس میں پیسہ کی قدر تھی۔ اس

کی ساری زندگی منڈی مینڈھ گزری تھی، اونچ نیچ کا بھی بھیرا لگا گیا ارتعلقات بھی بن گئے، پندرہ سال بعد کچھ پیسہ اپنا کٹھا کر لیا ہوا تھا کچھ مانگ مانگ کے کٹھا کر لیا ار منڈی مینڈھ اپنی آڑھت شروع کر دی، کچھ پیسہ آٹا شروع ہوا۔۔۔۔۔ نہ کوئی بُری عادت تھی ار نہ خاص خرچہ تھا، نیت کا اچھا تھا، کاروبار اٹھدا چلدا گیا۔۔۔۔۔ شادی بھی ہوگی، شاکرہ صرف نام کی شاکر کوئی تھی بلکہ اصلی صابر شاکر تھی، آندے گھر سانجھ لیا، اللہ نیں دو بیٹی دے دیں۔۔۔۔۔ وقت بھاگدا گیا، کاروبار کا بھی دھیان مینڈھ غفار آڑھتی نیں بیراء بھی پاٹیا کی بیٹی سیانٹی ہوندی جا ری سیں، سارا دن آڑھت کا حساب اردن رات پیسیاں کی جمع تقریق۔۔۔۔۔ !! بس یو غفار آڑھتی کی روٹین تھی

غفار کے گھر کسے بھی چیز کی کمی نہ تھی، ہر چیز بولن سے پہلے حاضر ہو جے تھی، لتا کپڑا، کھانا پیٹنا، سب کچھ وافر تھا، اُس نیں غربت دیکھی تھی، گات نیں چوڑے کے کھاندی بھوک بھگتی تھی، جلدے بلدے ار ماناں گیل عمر گزاری تھی، اس ماری وا کسے بھی چیز کی کمی نہ تھی ہونڈ دیوے تھا گھر مینڈھ۔۔۔۔۔ پر۔۔۔۔۔ بیٹیاں نیں نہ شاپنگ پہ جاؤں کی اجازت تھی، نہ کسے فنکشن مینڈھ۔۔۔۔۔ نہ کسے پکنک پارٹی، کسے تقریح، گھماں پھراؤں کا نام لین کی اجازت تھی۔۔۔۔۔ نہ وایٹیاں سے فالتوبات کرؤں کے حق مینڈھ تھا، ہانس بولن کے تو سخت خلاف تھا۔۔۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ یو سب بے حیائی ہو سے۔۔۔۔۔ سیمار دیکھیا نہ تھی تو پیمار کا کیو گیریر الاگدا اُس نیں۔۔۔۔۔ سرین افرحین سکول میں ہاؤں ساتھ کی چھوریاں سے گھومن پھرؤں کی، پکنک کی، سالگرہ مناؤں کی بات سٹیں تھیں تو اُن نیں یو بات اوپری لاگے تھی، گھر مینڈھ آکے ماں کے سر ہو جیں تھیں۔

ماں۔۔۔ ہم کتے بھی نہی جانندے۔۔۔ ابا ہم نین نہ گھماں پھراٹ لے کے ”  
 “جاندا، نہ کدے مھارے گیل بولدا بتلاند۔۔۔ ماں تیں کہہ نین ابا سے  
 پر شا کرہ غفار کی رمز پچھائے تھی، اس ماری وایتیاں نین ء سمجھا دے  
 تھی۔۔۔۔۔ پر ایب بیٹی بھی سیاٹی ہو گیں تھی، کلج مینھ پہنچ گی تھیں۔۔۔۔۔ ماں  
 گیل بحث کریں تھیں، ماں ایک ء بات کرے تھی کہ بیٹی تھارا بابا پ کڑوا سے،  
 بھیت گیل ماتھا کوٹ مارے؟؟  
 !! وقت بھاگدا جارا تھا

\*\*\*\*\*

نسرین، نسرین۔۔۔۔۔ کت سے بیٹا تیں۔۔۔۔۔ ایک پیالہ چاء بنا دے، سرپاٹن ”  
 “لاگ را سے درد سے  
 عبدالغفار نین دہلیاں سے ء بول دیٹا شروع کر دیا۔  
 “کے بات سے نسرین کے ابا، طبیعت تو ٹھیک سے تیری، آج توٹی کیو کر آگیا”  
 شا کرہ رسوئی سے بارھ آئی، اس کا رنگ دھوٹا ار منہ پر بارھ بج رے تھے، آنکھ بوٹی  
 برگی لال ہو ری تھیں۔  
 تیرے کے ہو ریا سے، اپٹی طبیعت کی بتا۔۔۔ کیوں دھوٹی ہو ری سے، روٹی سے ”  
 “کے؟؟  
 غفار اس کا نہی دیکھ کے پریشان ہو گیا۔ شا کرہ تو بڑی ہمت آتی تھی۔  
 گھر آٹا نین لاڈ سے پوچھیا تو کلکی لکڑی۔  
 “نسرین ایبے لگ گھر نہی پونچی کلج سے، فرحین کئی آئی سے”

نیو لاگیا جنے اسٹم بم پھوڑ دیا ہو شاکرہ نہیں، غفار کے سمجھ ۽ نہی آئی کہ کہہ ری ہے شاکرہ۔۔۔۔۔ چاروں پاسے سائیں سائیں ہو ری تھی، جٹوں ٹانگاں مینھ سے جان کسے نیں کاڈھ لی ہو۔

”کے کہہ سے۔۔۔۔۔ رکت رہ گی۔۔۔۔۔ دو بچے آٹا تھا۔۔۔۔۔ دو تو کد کے بچ گے“  
لفظ ٹوٹ ٹوٹ کے غفار کے منہ سے لکڑن لاگ رے تھے، اپنی ۽ آواز پرانی لاگی۔ دیڈھ دٹی سی صوفہ پڑیا جا کے۔۔۔۔۔ ایک منٹ میں سو سال کا بوڈھا ہو ! گیا۔۔۔

”کدے ایکسیڈنٹ نا ہو گیا ہو کوئی۔۔۔۔۔ لیٹ ہوئی تو نہی کدے“  
!! اپنے آپ سے حوصلہ دیا غفار نہیں، ڈوبد بندہ تو لیکڑا پہ بھی ہاتھ مارے سے شاکرہ منہ پہ چخی دھرے روئے جاری تھی۔ فرحین بھی کرہ سے آکے ماں کے گیل لاگی چپ چاپ رو ری تھی۔

”چال شاکرہ۔۔۔۔۔ کھڑی ہو۔۔۔۔۔ سارے ہسپتال دیکھاں گے“  
غفار حوصلہ سے کھڑیا ہویا۔

”یو خط ملیا سے اُس کے کرہ سے“  
شاکرہ نہیں ہسپتال جاں کی سُن کے روندے ہوئے ایک مڑاٹریا کاغذ غفار کے شامھی دھر دیا۔

غفار نیں کاندے ہاتھ سے خط کھولیا۔  
ابا۔۔۔۔۔ منے ماف کر دیے، تے سب کچھ دیا، کسے بھی چیز کی کمی نی دیکھی ہم“  
نیں، بڈھیا لتا، کپڑے، کھانا مینا۔۔۔۔۔ سب کے ملیا ہم نیں۔۔۔۔۔ پر  
ابا۔۔۔۔۔ کے تو کم تھا، کچھ تو تھا جو مھارے گھر مینھ نہی تھا۔۔۔۔۔ ابا، چیزاں

کے ڈھیر لاگ تھے پر دل خوش نہیں تھا۔۔۔۔۔ کے کردے ان چیزاں کے ڈھیر کا  
 ابا۔۔۔۔۔ ہم چاہواں تھے کہ ہم نہیں کچھ بھی نہ ملے صرف اپنا باپ گیلے میٹھ کے  
 ہنس بول لیاں، مہار اباپ مہارے سے پوچھے کہ آج سکول میںہ کے ہویا، ہم اپنی  
 ساری بات باپ نہیں بتاواں۔۔۔۔۔ ہم کدے کدے گھومیں پھرٹ  
 جاواں۔۔۔۔۔ مہاری زندگی نارمل کوئی تھی ابا۔۔۔۔۔ دوسریاں سے الگ سی  
 تھی مہاری زندگی۔۔۔۔۔ ہم اپنی کلاس میںہ بات کردے اوپرے لاگاں  
 تھے، مہاری بات سب سے الگ ہووین تھیں، دوسریاں کی باتاں ہم منہ بائے  
 سٹاں تھے کہ یہ کس دنیا کی بات سیں۔۔۔۔۔ ان باتاں میںہ ہنسی مذاق تھا، لطیفے  
 تھے، گھومنا پھرٹا تھا، پارٹی ار محفل تھیں۔۔۔۔۔ ہم نہیں تو گھر میںہ بس بی کھاتے  
 دیکھے پیدا ہونڈے۔۔۔۔۔ کدے کدے یہ بی کھاتے کے رجسٹر بھت بُرے بھی  
 لاگیں تھے، یو بھی سوچوں تھی کے اللہ ہم نہیں کھاتیاں آئے رجسٹر بٹا دیندا، تھارا  
 ٹیم تو مل ے جاندا، تھم ہم نہیں دیکھدے تو سہی آنکھ بھر کے۔۔۔۔۔ ابا ہم پنجر اینہ  
 بند طوطے تھے جئے چوری تو دیسی گھی کی ملے تھی پر سانس لین کا سکھ نہیں تھا، اڑ  
 کے آنکھ آلی جامن تک جاٹ کی بھی اجازت کوئی تھی۔۔۔۔۔ پھر طوطا اسی پوری  
 کا کے کرے ابا۔۔۔۔۔ ابا جس میں کدے مڑی سی بھی روشنی  
 نہ دیکھی ہو و اتو چھوٹا سا پٹ بیچنا دکھ جے، اُس میں بھی سورج سمجھ لے  
 سے۔۔۔۔۔ جس میں کدے باپ سے پیار کا بول نہ سٹیا ہو، پھر کوئی بھی ہنس کے  
 پیار سے بولے تو دنیا کا سب سے اچھا مانس وائے لاگے گا۔۔۔۔۔ ابا مہاری جسی  
 چھوڑی بھت آسانی سے کھو جیں سیں، گم ہو کے بھت دور بگ جیں  
 سیں۔۔۔۔۔ پیار کے ایک بول پر، تھوڑی سی توجہ پر۔۔۔۔۔ پیار کے گیل ملی ہوئی

ایک آنسکریم ار برگر پہ آپا سے بارھ ہو جیں سیں۔۔۔۔۔ کے کردی آپ کی نسرین،  
 ”محبت کی تسائی تھی، محبت ٹوھن لکڑگی۔۔۔۔۔ منے ماف کردیے ابا  
 غفار آڑھتی جندے جی مرٹ برگا ہو گیا، ہاتھ کانن لا گیا، بیٹھے بیٹھے اٹھے ء سجدہ ینھ گر  
 گیا۔

میری بیٹی۔۔۔۔۔ میری لاڈو۔۔۔۔۔ میری گڈی۔۔۔۔۔ تیں کیوں چھوڈگی اپنے“  
 باپ نیں۔۔۔۔۔ منے ماف کردے اللہ میاں، بخش دے اس پاپی  
 نیں۔۔۔۔۔ کتنا غلط تھا میں۔۔۔۔۔ کتنی چھوٹی سوچ تھی میری، میری بیٹی نیں  
 امان میں راکھیے میرے مالک، اس نیں تاتی ہوا بھی نہ لاگے، اس نیں میری عمر ار  
 ”میرے سکھ مل جیں۔۔۔۔۔ کت بگ گی میری رائی۔۔۔۔۔ کت سے لیاو تنے  
 غفار آڑھتی بلک بلک کے، دھاڑ مار مار کے سجدے ینھ گریا روئے جا راتھا۔  
 ”ابا۔۔۔۔۔ تیری رائی اتنی کچی کوئی تھی“

چھپے سے کوئی غفار کے موڈھے سے سر لا کے بولیا۔ غفار جھٹکا گیل اٹھیا۔ شامھی  
 نسرین کھڑی ہانسن لاگ ری تھی۔ غفار بوٹا بازگا کھڑیا سب کے منہ دیکھے جاوے  
 تھا۔

”ابا، یو تو مھارا سب کا پلان تھا، تنے اپنے دل کی بات بتاں کا“  
 سب ہانسن لاگ رے تھے

غفار فوجی نیں سارے بئی کھاتے میز سے پرے بگائے ار اپنی ہانہیاں میں شاکرہ ار  
 بیٹیاں نیں لے کے بولیاں

”کو سے ہوٹل جاٹاں سے پھیر“  
 !! سارے خوشی سے ہانسن لاگے

## کوٹسا سائیکل؟

اختر مرزا

مہارا خاندان انڈیا تے ہجرت کر کے شجاع آباد میں آ کے بسیا تھا کیونکہ زمین اوڑے ء الاٹ ہوئی تھی۔ پھر چناب میں سیلاب آیا تو پاٹی کی اونچی لہر دیکھ کے سارے دھوٹے ہو لئے۔ کیوں جے جیند کے علاقے میں کوئے دریا ء کوئی تھا۔ بس نہراں کا پاٹی لاگے تھا۔ سارے چاچے کہن لاگے اک اورے تو ہر سال پاٹی اوے گا تو کڑیاں اور چالو۔ اریوں مہارا خاندان خانپور میں آ کے بس گیا۔

مئے ہوش سمبھالیا تو گھر میں کل پانچ جٹے تھے۔ ماں، باپ، دو باہن ار ایک میں۔ میں سب تے چھوٹا ار گھر میں کلا چھورا تھا۔ ایک باہن جو میرے تے 18 سال بڈی تھی۔ اسکا بیاہ ہو لیا تھا۔ ایک میرے تے بڈی گھراں ہو یا کرے تھی۔ اوں تو ہم آٹھ باہن بھائی تھے۔ پر لاہور کیمپ میں ایک باہن ار ایک بھائی فوت ہو گے۔ باقی بعد میں بیمار ہو کے اللہ نیں پیارے ہو گے۔ جد میں پانچویں جماعت میں پڑھوں تھا تو اس کا بی بیاہ ہو گیا۔ ایب گھر میں بس تین جٹے رہ گئے۔ والد سیرے ء اپٹے کام پے بگ جاندهے تو گھر میں، میں ار میری ماں ککے رہ جاندهے۔ میں سکول تے آندا تو روٹی کھا کے ماں گیلیاں بیٹھ جاندا۔ کلا بیٹا ہوٹ

کے ناتے میرا بڑا خیال راکھیا جاندا۔ باہر نیلیاں گیلے جاٹ کی اجازت کوئی تھی۔ سات گھراں کا بیڑا تھا۔ بیچ مینھ سب کا سانجھا بیڑا تھا۔ بس اوڑے ع سارے گھراں کے بالک کھیل لیا کر دے۔ سردیاں کی دھوپ مینھ چھٹی آٹے دن میں ماں دھورے بیٹھ جاندا۔ واچر کھا کاندے ہوئے مئے گیت سنندی جاندی۔ نیوں میں بچپن تے ع ہریاٹوی گیت سندا آیا ہوں۔ ارونھ گیت ایب تائیں میرے دل ار زبان پے موجود ہیں۔ میری ماں ہر قسم کے گیت سنایا کردی۔ شادی بیاہ کے بی ار بھات کے بی۔ جکڑی کے۔

جد بھات کے گیت گاندی تو روٹ لاگ جاندی کیوں جے میرا ماما مئے نی دیکھیا کہ کدے زیادہ دن میری ماں گیلیاں بولدا رہیا ہو۔ کدے مئے بھتاندی کے بہنھ گیت ہم کنویں پے پائی بھرٹ جاندے ہوئے گایا کر دے۔ کدے کدے ماں اپنی سھیلیاں کا ذکر بی کریا کردی۔ ار پھیر انھاں نے یاد کر کے روٹ لاگ جاندی۔

"تیرے باپ تے کئی سال کی کہوں ہو کہ ایک بریاں دکھا لیا۔ بس ایک بریاں۔ پر ماندا ع کوئی۔" ماں میرے تئیں باپ کا گلا کر دے ہوئے کہندی۔

میں پوچھدا۔ "اماں! کسا تھا اپنا گام؟ گھر کسا تھا۔ کس طراں رہیا کر دے۔"

بس میرے پوچھن کی دیر ہوندی ار ماں پھیر سارے قصے سنٹ لاگ جاندی۔ سیرے اٹھن تے لے کے رات نیں سوٹ تک کا حال۔ کھیت مینھ روٹی لے کے جاٹ تے ننگ ار جٹے کاٹن تک۔ پھیر ڈانگراں کا نیار کاٹ کے لیاٹ تے دودھ بلوٹ تک۔ ماں کی باتاں سن سن کے ایک تو سارے خیالات میرے ذہن مینھ پکے ہو گے اردوسرا ایک فلم سی دماغ میں چالٹ لاگ گی۔

میں نیوں سوچن لاگ گیا اک میری ماں جو انڈیا کے گام میں یاد کر کے رووے ہے تو ایسا کسا گام تھا۔ کسے لوگ تھے۔ اُورے پاکستان میں نہ ساری سہولت دے راکھی سے۔ پھیری ماں ہندستان کے گام میں یاد کر کے رووے ہے۔ جڑے تئیں میرے باپ کا تعلق تھا تو اس کے آگے بولن کا حوصلہ تو میرے سارے چاچیاں میں بی کوئی تھا۔ وجہ یا تھی اک میرا باپ سارے خاندان میں سب تے بڈا تھا ار زیادہ لامبی بات نہیں کریا کردا۔ میرے چاچے ار چاچی اس کے سامنے نیوں چپ ہو جیا کر دے جٹوں کوئے عدالت لاگ ری ہو ار بولن پے توہین عدالت لاگ جے گی۔

بکھت گزردا رہیا۔ ماں 1984ء میں کینسر کی بیماری تے لڑدی ہوئی جان تے گئی پر مئے گھٹی عدا دے کے گئی۔ 1981ء میں میرا بیابہ ہو گیا ار دو بالک بی ہوئے۔ ایب والد صاحب گیلیاں کچھ گھر کے معاملات پے بات چیت ہوٹ لاگی تھی۔ ایک دن وینھ موڈ میں تھے۔ تو مئے پوچھ لیا۔

"ابا! ایسا کے تھا کہ میری ماں تئے نیوں کہندی مرگی اک ایک بریاں ہندستان دکھا لیا۔ ار توں ناٹ جیا کرے تھا۔ یا پھر چپ کر جیا کرے تھا۔ کے تئے اپنا گھر ار یار تیلی یاد کوئی آندے؟"

کچھ دیر چپ رہن کے بعد وینھ نیوں بولے۔ "یٹا۔ کے پوچھے سے۔"

"سب کچھ یاد آوے سے۔"

بھلانیوں بی ہو سکے سے اک کوئے اُس گام۔ گلیاں۔ کھیت، یار تیلی ار بزرگاں میں بھول جے جڑے اُپیدا ہو یا ہو۔ مئے بی سب کچھ یاد آوے ہے۔ بچپن تے

لے کے پاکستان آں تک سب کچھ آنکھیاں آگے گھومے سے۔" دینھ کچھ اداس ہوگے۔

پھیر کچھ اور یاد کردے ہوئے بولے۔ "اپٹے گام کے نیزے اک بیڑ ہویا کردا۔ اس مینھ باندربوہت ء گھٹے ہویا کردے۔ بڈے، چھوٹے، باندراں کے جہاں چھوٹے بالک۔ یہنھ باندر گھراں مینھ آکے مھاری روٹی ار باسن ٹھا کے لے جا کردے۔ پر کوئے انہاں نیں کچھ بی نہیں کیا کردا۔"

"اپٹے گام کے کھیتاں میں شام کے بکھت موراں کی ڈار پھیرا کردی۔ ار سیرے سیرے موراں کی آواج گیلیاں آنکھ کھلیا کردی۔ جب ایک ء کھیت مینھ آٹھ دس مور اپٹے چندے آئے پر کھول کے کھرے ہویا کردے تو گھٹے ء سوتے لاگیا کردے۔" یہنھ ساری بات سن کے منے یو اندازہ لایا اک ابے کے اپٹے گام کی ساری بات یادیں ار بس مھارے سامنے کوئی گھٹی یاد کردے۔

منے کیا۔ "پھر کے بات ہوئی کہ کدے بی جاں کے نام پے ہاں نی کری۔" ایک بات یا بی تھی کہ جد کدے موڈیں ہوندے تو اپٹی جوانی کے قصے، یاراں کی محفل، میٹے کا ذکر۔ شہر میں جاٹا ار اسنے گام کے دوست رام لعل جو کہ اس بکھت نیب تصیلدار ہویا کرے تھا۔ اُن سب کی بات بھتیا کرے تھا۔

"اٹھا گام شہر تے 4 کوس دور تھا۔ جاٹاں کا گام تھا۔ مسلماناں کے 8 گھر تھے۔ کوئے مسلہ، لڑائی جھگڑانی تھا۔ سارے بھانیاں کی ڈھال رہیا کردے۔ جمپڈھیا لکھیا گام۔ مھارے گام میں تے فوج میں بی تھے۔ میرا ایک دوست جے لعل کپتان تھا۔ رام لعل نیب تصیلدار تھا۔ گام میں بس دو سائیکل تھے۔ ایک میرے پے ار ایک رام لعل پے۔

ایک دن رام لعل سیرے سیرے گھر کے بارٹے پے آ کے بولیا۔  
 "بیٹا جمالو! آج میرا نی میرے سائیکل کے، کے آگ لاگ گی۔ مئے تحصیل جاٹا  
 سے۔ اپنا سائیکل دے دے۔"

میں بولیا۔ "کوئے بات نی تاؤ۔ لے جیا۔"  
 شام نیں دیکھوں تو تاؤ رام لعل سائیکل نیں ہاتھ گیلیاں کھینچدا ہویا آیا۔ کہن  
 لاگیا۔ "بھائی۔ کے میرا تیرے آٹے کے بی کچھ ہو گیا۔ ٹک ٹک کی واج آوے سے۔  
 میں تو آدھا رستہ پیدل آیا سوں۔"

مئے دیکھیا تو سائیکل کے ماڈی گاڈ میں ایک لاکڑی کا ٹکڑا پھنس رہیا تھا جو تاڑیاں  
 کے لاگے تھا۔ بس اس واج کی وجہ تے تاقبیل آیا۔  
 پھیر نیوں ہوا اک پاکستان بن کی گھبراں آٹ لاگ گی۔ جیند شہر میں جاندے تو  
 لوگ بات کردے پاندے اک مسلماناں کھاتر ایک نیارا دیش بنے گا۔ سارے  
 مسلمان اوڑے پگ جیں گے۔ کچھ لوگ ڈر گے۔ کچھ خوش ہو گے۔ مئے گھراں  
 اپنی ماں گیلے بات کری۔ پھیر چاچے بخشی، سلیمان ار لکھی تے بی پوچھیا۔  
 سارے کہن لاگے دیکھاں گے۔ ایسے تو آورے ۷ بیٹھے ساں۔

ایک دن گام کا نمبر دار تاؤ ستے وان میرے دھورے آیا۔ ار بولیا۔ "بیٹا! سانجھ  
 نیں میرے دھورے آئیو۔"

سانجھ نیں میں، چاچا بخشی، سلیمان، لکھی، چاچے کا بیٹا ششی ار علی محمد، ہم  
 سارے تاؤ ستے وان کے گھراں گئے۔

تاؤ ڈیڑھی میں کھاٹ پے حوکا بھریں بیٹھیا تھا۔ تاؤ لگے رام لعل، جے کشن، چاچا  
 رلدو ار ہم بی جا کے دوسرے کھاٹاں پے بیٹھ گے۔ تاؤ ستے وان کہن لاگیا۔

"کیوں بیٹا! کے کہو سو تھامے؟ پاکستان بن گیا تو جاؤ گے اک اورے ۽ رہو گے"  
چاچا لکھی بولیا۔

"ہم کڑے جاواں گے۔ اٹے گھر، کھیت، ڈانگراں نیں چھوڈ کے۔ ہم تو کوئی  
جانے۔"

میں بولیا۔

"تاؤ! کدے جی کرے سے اک رہ جیاں۔ کدے سوچاں ساں اک اورے  
مہارے گلے کی ہووے گا۔ سنن میں آوے سے اک ہندو کہویں سیں۔ پاکستان  
بنن کے بعد مسلماناں کا کے کام ہندستان میں۔ انہاں نیں اپنا نیارا دیش بٹوا لیا تو  
پھیر جاویں اوڑے۔ اردیکھاں گے کس طراں جاویں گے۔"

تھوڑی دیر سارے جٹے چپ رسیے۔

پھیر تاؤ ستے وان بولیا۔ "دیکھو بھئی۔ کڑیاں جاں کی جرورت کوئی۔ یو تھارا بی اتنا  
۽ گام سے جتنا مہارا۔ تھامے جتا بے فکر ہو کے رہو۔ کوئے تھم نیں کچھ نی  
کہوے گا۔ ار جڑے ستیں رہ گی بات کسے کے کچھ کہن کی۔ تویں دیکھوں گا۔ کوٹ  
آوے گا اس گام میں۔ ہم نیں ساریاں نیں رل کے یو پھیر لکھیاں کریاں سے اک  
مہارے گام کے مسلمان مہارے دھورے ۽ رہویں گے۔"

ہم سارے جٹے واپس آندے ہوئے آپس میں بتاندے آنے کے ایب بھتاؤ، کے  
کرٹا سے۔

چاچا لکھی تو پہلاں ۽ جاٹ پے راجی کوئی تھا۔ ار ایب ہندو جاٹاں کی بات سنن  
کے باقی بی کہن لاگے کہ ٹھیک سے۔ اورے ۽ رہواں گے۔

اُڑھڑ پاکستان بن گیا۔ آسے پاسے کے گاماں ارشہراں تے مارکاٹ کی کھہراں آٹں لاگ گی۔ روج ء کسے ناں کسے گام پے ہندواں کی چڈھائی کی کھہر آندی ارہیرا پاٹدا اک کتنے مسلمان مارے گئے۔ دل میں ایک بھے بیٹھ گیا تھا۔

کھاٹ پیٹن نیں جی کوئی کرے تھا۔ گھر کی لوگائیاں آگے تو حونسے گلے رہواں تھے۔ پر باہر لکڑدے ہووے جی کھراب ہووے تھا۔ موٹھ لوہاری پے چڈھائی کی کھہر آئی۔ گھٹے ء مانس، لوگائی ار بالک کاٹ کے گیر دیئے۔ ہندو بلوائیاں پے ٹوکے، تلوار، گینتی، کُہاڑی ار گنڈاس ہويا کردے ار جو بی مسلمان سیامی آندا، مار دیندے۔

ہم نیں بی سٹیا اک مہارے گام پے بی چڈھائی ہووے گی۔ ایک دن شام کے بکھت تاؤستے وان نیں ہم بلائے اریوں بولیا۔  
"بھائیو! تھام اٹے سارے گھراں کے بالکاں نیں لے کے میرے گھرینھ آجو۔  
میں دیکھوں گا کوٹ تھام نیں کاٹن آوے گا۔ جو بی آوے کا پہلاں ہم نیں مارے گا  
پھیر تھارے دھورے پہنچے گا۔"

اور بی گام کے ہندو جاٹ بیٹھے تھے۔ وینھ بی نیوں ء بولے۔ ہم نیں مڑا سا حونسد ہويا۔ ار ہم 8 گھراں کے سارے جٹے، لوگائی، بالک، مرد، سارے تاؤستے وان کے گھرینھ آگے۔ ان کے گھراں ہم پندرہ بیس دن رہے۔ پر مہارے گام کانی کوئے ہندو جتھ مارکاٹ واسطے کوئی آیا۔

نیوں ء دن گذردے گئے۔ ہم بھی مارکاٹ نیں بھول کے اپ اپنے کاماں مینھ لاگ گے۔ منشی ریلوے مینھ نوکری کریا کردا۔ او بی واپس ڈیوٹی پے بگ گیا۔

چٹے کی فصل تیار کھڑی تھی۔ ہم نیں وا کاٹی۔ اس برس چٹے بی بڈے جور کے ہوئے تھے۔ ان باتاں نیں چھ میہنے گذر گے۔ امن چین ہو گیا۔

ایک دن کشن، جوٹسا میری عمر کا تھا ار مھاری اچھی دوستی تھی۔ سبیرے سبیرے میرے دھورے آیا۔ ار بولیا۔ "جماو، اپٹا سائیکل دے۔ منے جیند جاٹا ہے۔ جروری کام سے۔"

منے سائیکل دے دیا۔ کئی لوگ لے جایا کر دے۔ کیونکہ گام میں بس دو۔ تین سائیکل تھے۔ کام کر دے کر دے دن ٹپ گیا۔ شام ہوگی پر کشن نیں آیا سائیکل لے لے۔

منے نیوں سمجھیا اک دیر تے آیا ہوگا۔ اس واسطے سائیکل دین کونی آیا۔ میں سبیرے سبیرے اٹھ کے اس کے گھراں گیا۔ او ڈانگراں نیں نیار گیر کے اندر کوٹھڑے کافی جاوے تھا۔

منے کیا۔ "کشن۔ دیر تے آیا تھا کہ رات۔

سائیکل کونی دین آیا۔

منے بی جیند جاٹا سے، لیا سائیکل دے دے۔"

"کونسا سائیکل، کس کا سائیکل۔ سائیکل تو میرا سے توں کے لاگے سے سائیکل کا۔ جا، جا کے اپٹا کام کر۔" کشن بولیا۔

میرا اوپر کا سانس اوپر۔ تے کا تے۔ پیر دھرتی میں گڈ گے۔

"یا میرے رب، یو کے کہاٹی ہوئی۔"

کشن بولیا۔ "اورے رہٹا سے تو اسے طراں رہٹا پڑے گا۔ نیں تو جاؤ اپٹے پاکستان می۔"

میں پٹھے پیریں واپس آیا۔

ماں تے کہیا۔ "سامان باندھ لیو۔"

"آپاں ایب اورے کوئی رهواں۔"

"اپٹے دن پورے هولتے۔"

شام نیں دوسرے بھائیاں ار چاچیاں گیلے صلاح کری۔ ان تے حالات بھتائے۔  
چاچا لکھی تو پھیرنی کوئی مانیا پر اسکے تین پیٹے ار میرے چاچی کہن لاگی۔ ہم چالاں  
گے۔ ہم بڈی مشکل تے لکھ کے حصار آلے کیمپ میں آکے بڑے۔ دس دن بعد  
حصار تے ایک گاڈی لاہور لے آئی۔

"تویٹا۔ یا کہانی سے ساری۔ میرا اس ایک بات تے اتنا دل پھیریا اک ایب نہیں  
رهٹا اورے۔ پر میں شکر کروں ہوں سو متے رب کا اک آج ہم آزاد ہاں۔ خوش  
ہاں۔"

## تیور

رانا تصویر احمد

کبوتر کی یاری چام چرڑ گیل ہوگی۔ دونوں کی سوچ نیاری نیاری۔  
 دونوں کا دن نیارا نیار۔ ایک کا دن سورج ڈوبیاں پاچھے لکڑا تو دوسرے کا دن  
 سورج لکڑیاں پاچھے۔ پھر بھی یاری چال دی رہی۔ دونوں اپنی اپنی تھارٹے  
 ہوئے تھے۔ چام چرڑیں رات کی کالسن کا چاند ٹالا گے تھی ار کبوتر نیں  
 دکھے نھی تھا۔ جد کبوتر اپنے ڈھبی نیں دن کا ایرا دیندا تو چام چرڑ جماء ناٹ جاندا تو  
 کبوتر کی جھنجھلاہٹ دیکھن آئی ہووئے تھی۔ روج روج کے میل ار کھیساہیسی  
 نیں کبوتر کی سمائی کا باسن بھر لیا تو ایک دن اس نے دکھے گیل چام چرڑ کی آنکھ  
 دن کے چاند نے میں کھول دی چام چرڑ دھک رہ گیا۔ اس کی آنکھ چنڈھیاگی اتنا  
 چاندنا؟ یو چاندنا سے کے؟ یوہ سے کے؟ اسے چاند نے تو واہ جانے نھی  
 تھا۔ چاند نے کے گھن تے چونڈھ پڑوے آنکھ تو مندء گئی۔ آنکھیاں کے گیل  
 گیل اس کے جیہہ کے بھی تالا لاگ گیا۔ جد اس نے آنکھ موندی تھی تو بند آکھیاں  
 میں بھی چاند نے کاسا گر بن بلایاں گھسیا آوے تھا۔

اُس نے ہمت کر کے اپنے پرانے ڈھبی تے کہیا! یوہ کے سے؟ پھر  
 دکھائیے! کبوتر کی اس حرکت سے چام چرڑ اس کی بات مان گیا تھا یا مانن آلا تھا۔

جد کوئے ہار مان کے تھاری بات پے آجے تو بھیت نیاریء اکڑ سما جے سے۔ کبوتر بولیا کیوں نہی۔ ار اس نے پھیر اپنے ڈھی کی آنکھاں کھول دی ایب کے اس نے آٹ آلا چاندنا دیکھن نے اپنا پورا ہانگا لادیا اپنی آنکھاں پے۔ اب کے اس نے اپنی آنکھ مندنڈ نہی دیئی۔ پر آنکھ کھلن پاتجھے بھی چاند نے کے بکراں ساگر کے سیامھی دو گھڑیء ٹکی ہوں گی۔ یوہ کام مڑی مڑی ہاٹن میں دو چار برکریاں پاتجھے چام چرڑ نے یوہ دنیا مائیء پڑی۔ نئی دنیا میں آنکھ تو کھل گی پر مونھ کے تالا لاگ گا۔

سوال گھٹے تھے پر جواب دیتیا بھی تیارء بیٹھیا تھا۔ چام چرڑ بری ڈھال الجھ گیا تھا۔ اس نے اسے رنگ کدے دکھےء کونیاں تھے۔ دنیا اسی سے؟ ہریا، پیلا، لال رنگاں نے تو واہ کدے مانء نہیں سکے تھا۔

اُس نے وین ساری بیٹھک یاد آئیں تھی جد کبوتر لگاتار اس کی گیل ان رنگاں کی بات کریا کرتے تھے۔ اک اس جگت میں لال تے ہٹ کے اور بھی گھنے رنگ سیں۔ اَر میں اتنا آندھا؟ کتنی کرڑائی گیل اپنی بات پے اڑیا رہیا۔ اک دنیا میں لال رنگ تے سوا اور کوئے رنگ نہی سے۔ کبوتر اُس نے کچھ کچھ سمجھے تھے اس نے چپ رہن میں ء بچت جانی۔ دن چین لاگ رہیا تھا۔ گھٹی وار ہولی تو چام چرڑ نے سوچیا گھر چالٹاں چاسیے۔ واہ کبوتر نے اُلگت مانگ کے اڈن لاگیا تو اس نے نیوں لاگیا جٹوں اس کے پراں میں اڈن کی آسنگ کوناں رھئی ہو واہ گرٹلا گیا تو کبوتر نے سارہا دے دیا واہ پھیر اڈن لاگ گیا گردا پڑا گھر لگ آلیاں تو کبوتر اُلٹا چال پڑیا۔

اپنی جگہ آکے بھی چام چرڑ اسے میں اُلجھیا ہویا تھا۔ اس کے گھر کیاں نے پوچھ پر تیت کری ساری رات بران ہو کے اب کت سے آیا سے؟ ہم نے بار

بار کہہ لیا کبوتر گیل یاری تنے کتے کا بھی چھوڑے گی۔ تنے سمجھ ۽ بھی آندی۔ سمو بدلن لاگ رہی سے تیں سوچدا بھی۔ اسے اسے گھٹے ۽ مہنے مل رہے تھے پر اس نے کیا ہیں کی بھی تھی واہ تو چاند تے میں ار رنگاں میں کھورھیا تھا گھر کیاں کی بات اس کے کاناں میں پڑی بھی۔ کچھ ۽ ہاٹ میں اس کے اورھے دھورے بھا جادوڑی ہوٹ لاگ گی پر ان کی پھر پھر اہٹ اور سیٹیاں نے سن کے واہ سمجھ گیا اب سارے کھاٹ پان ٹوہن جاویں گے۔ بھوکھ اسی ۽ ہو سے واہ ڈال کرٹ نے آپے تیار کردے سے پر آج چام چرڑ نے بھوک تھی ۽ بھی واہ پہلاں کی ڈھال بے سدھ لٹکیا رہیا۔ چاٹ چک اس کے گوٹی بھائی نے آکے دھمکایا کے سات سے دن چٹھ لیا تیں اب لگ سودے سے۔ لکڑ بارھ، ناں چاہندے ہوئے بھی واہ ان کے گیل چال پڑیا۔ بے دھیانی میں اڈدے ۽ سیا مھی روکھ کے ڈالھے گیل جا ٹکرایا۔ ٹکڑ لاگدے ۽ ایک دم اسکی آنکھاں آگے جھماکہ سا ہویا اس جھماکے نے دن میں جو کچھ ہویا تھا سب یاد کرادیا۔ یاد آندے ایک رول اُس کے بھیترتے اٹھی۔

جی نے موس کے واہ پھیراڈٹ لاگ گیا۔ ایب اس نے دکھن لاگ گیا تھا۔ ایک دوپٹنگے ماکھی ماچھر اس کے مونھ دھورے کو لکڑے تو اس نے اپنا جماندرو کام کرٹ نے مونھ کھولیا ار نگل گیا۔ پیٹ کے گیل گیل اس کا جی بھی بھر گیا تھا۔ اس نے اپنے گھر کانی کریا ار سوچاں میں ڈبکا جس راہ آیا تھا اسے پہ چال پڑیا۔

آسا نے یوہ لال رنگ کی دنیا جمان ۽ پھیکلی لاگ رہی تھی۔ اس کی آوار نے سارے جنیاں تھے۔ ار اس کے گیل کے دوسرے چام چرڑاں نے مہنے دیا

کریں تھے پر آج اس کی اڈار میں کمی تھی جد اس نے اس کا ایرالا گیا تو اس نے آپا  
سنہا لیا اک اڈار کی یوہ کمی اس نے کتے کا نہیں چھوڑے گی اپنی سوچاں میں جد  
واہ الٹا لٹکیا ہویا تھا تو اس میں ایک ء بات گونج رہی تھی۔

تیور سٹر جے آنکھاں کا تو

لیلا، پیلا، لال برابر

اگلا دن لکڑیا تو کبوتر نے کڑائی گیل اپنا آپ کبوتر تھے ملن نے روک دیا  
ایک لام جو اس کے بھیتے چال رہی تھی کسے ڈھال سٹرن میں ء نہی آرہی تھی۔  
واہ اپنے بھیتے کی لڑائی ہار گیا پر اس کے بھیتے گھٹی ء دبدا اٹھ کھڑی ہوئی۔ واہ جاٹ  
بوجھ کے کبوتر کی من موہ لیٹ آلی باتاں نے یاد کرے تھا اور جھنجھلاوے تھا کئی  
بر اس نے یاد کر یا اک کبوتر نے اسکے سر میں کوئے چوٹ تو نہی ماری تھی جس  
تے واہ جھماکا ہویا ہو پر منے تو تین چار بر آنکھ مونڈ کھول کے دیکھیا تھا انت اس  
نے اسے دبدا میں سوچ لیا اک ایب کبوتر تے نہی ملے گے۔ اس بات نے  
ارے ء داب لے۔

واہ دن تو ٹھیک ٹھاک لکڑ ء گیا دن چھپاں پاچھے کے کام رہے آج بھی  
لال رنگ پھیلا لاگ رہیا تھا ساچی بات کتے جی ء نہی لاگ رہیا تھا پھر بھی چار  
چرڑ آج پورے دھیان گیل اڈاری میں تھا جاہیں تے واہ آج اور اڈن آلیاں کے  
مونھ کا نوالہ بھی کھوس لے تھا۔ ایک بوڈھا چام چرڑ اس چھورٹ کی حرکتاں نے  
دیکھ رہیا تھا اس نے اس چھورٹ کی ساری تکھائی جھوٹھی دکھے تھی۔ پھر بھی  
واہ کے بول نہی رہیا تھا۔ جد بھوک ء مر جے تو اڈن کا کارن ء نہی رھندا سب  
لوگ اپنے اپنے ٹھکانے کانی چال پڑے۔ جد واہ اپنے ٹھکانے پے آیا تو ایک ہمار چار

چرڑ نے اس تے بھتیا اک اس کا ڈھبی کبوتر اس نے پوچھن آیا تھا۔ اس نے سنیا نہی کبوتر کا نیون آنا اس نے آچھا نہی لاگیا تھا۔ واہ اور پکا ہو گیا اک اب کبوتر تے گھاٹ ۽ ملنا سے۔

میں بھلا اپنے پُرکھیاں کے ریت رواج نے کیو کر چھوڈیوں۔ رات نے دن اور دن نے رات کیو کر کہ دیوں۔ اس میں پوا ہپھتہ جالیا۔ اس بات کا اتنا اثر تو ہویا اک واہ اسنے گوتیاں کے اور بی نیڑے ہو گیا۔ گوت سے نیار اہوں کا ڈر اس کے بھیتر گھر کر گیا تھا جد ڈر تھارے سر پے چڈھن لاگ جے تو سوچ ار سمجھ بوجھ سب لکھ جیں سیں۔ ڈر ٹھاڈا ہو جے سے پھیر ڈرا جا گرتی میں لال لاگ جے سے۔ ڈر ار جا گرتی میں گھٹی ۽ برجیت ڈر کی ۽ ہو سے۔ جد ڈر جیت جے سے تو ایک ترک بھی ٹوہ لے سے پھر سارا جیون اسے ترک کے للے کٹ جے سے تھوڑے سمے کی جا گرتی بھرم بن کے رہ جے سے ار سمے کا پیہ انت میں اس نے ریت کا ڈھیر بٹا دے سے۔

اسے ڈھال گھٹے دن لنگھ گے چام چرڑ نے اس دن آلی بات جماں ۽ بھلا دی تھی بوڈھا چام چرڑ بھیتر ۽ بھیتر م کے تو تھا پر بولے کچھ نہی تھا۔ بات تو وہ اس دن بھی ناں کردا پر اس دن واہ اس نے دیکھ رہیا تھا اک واہ تھا رات دن تے چپ چاپ سے بے دھیانی میں جی رہیا سے۔ بے دھیانی میں جیٹا بھی بکھا سے۔ بے دھیانی میں ماٹس اپنے آپ نے بھی بھول جے سے۔ کسے سے لیٹا ناں دینا پر اورے دھورے کے رھنیاں میں تو بات کسے ناں کسے مونھ پے آے سے۔ گھنکھری بر منھ کو لیٹاں ایک ۽ بات پوچھے۔ سب ٹھیک تو سے اریوہ سوال سنن آٹے پے ساٹا بن کے برسے سے یوہ ۽ بوڈھے چام چرڑ گیل ہویا۔ اس کا تجربہ، عمر

اس نے اس سوال تے کرڑائی گیل برجے تھی۔ واہ یوہ بات کردا بھی نہی پر جد اس نے مونھ تے لکڑگی جد اس نے بیرالا گیا اک یوہ ساری فطرت کی کارستانی سے۔ فطرت نامء اس کا سے جو اٹ چاہے سوال بھی کروادے سے۔ ار اسے اٹ چاہے سوالاں تے جاگرتی دوگئی ہو جے سے سیا مھی آلا کہہ دے "کچھ نہی" اس کچھ نہی نے سب کے دھنلا کر دیا پر اس نے تولی ءآپا سنبھال لیا ار اپنے گوتیاں میں مگن ہو گیا۔ کچھ دن اور لکڑ گئے۔ اس پاتھے اس بارے میں کسے تے کوئے بات ناں ہوئی اس کے ڈر کی دنیا اس پے پوری پوری چھا گئی تھی۔ واہ چاند نے آلی بات ایک سپنا بن کے رہ گئی تھی اس کی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس کے من میں نہی تھی۔ اس بات نے اب یاد کرنا بھی چاہندا تو کچھ بھی یاد نہی آنا تھا۔

اس روٹین میں واہ اپنی اڈار میں کھویا ہویا تھا چاٹ چک کسے پنچھی سے ٹکر ہو گئی ٹکر اندای اس نے بیرالا گ گیا اک چاٹ چک سیا مھی آتیا آندھا سے اس نے اڈار کے نیم کا بیراء نہی سے گھٹے چھوہ میں آکے اس نے دھورے گرٹ آٹے تھے دھکا دیا اور بولیا دکھا کونیاں۔ اڈٹاں نہی آندا تو کتے اور جا کے ٹکر مارے۔ پر یوہ کہیاں پاتھے اس نے بیرالا گیا یوہ تو اس کا ڈھبی کبوتر سے ار اس کے تو گھٹی ءچوٹ لاگ رہی سے واہ سب کے بھول کے اس کی دیکھ ریکھ مین لاگ گیا دھورے تے واہے بوڈھا چام چرڑ لنگھیا تو اس نے دیکھا وا چھوڑ کسے اور گیل گھل رہیا سے تو واہ بھی رک گیا۔ دونواں نے کبوتر تے سودھی میں لیاٹ کا چارا کرایا پر سب بے کارہیا۔ واہ سمجھ گیا تھا اک اس کے کاندھیاں کی ابھری ہوئی نوک اس کے ڈھبی نے گھیل کرگی اس بات نے واہ اور بھی پیچی ہو گیا۔ پیچی ہوٹ کے

مارے کبوتر نے چھوڑنا بھی چاہوے تھا۔ بوڑھے چام چرڑ نے اس سے کہا میں اسے رک اپنے پر پانی میں بھس کے اس سے لے کرے جایو گھائل ہو گیا سے اس کے تاپ چڑھ رہیا سے میں جاں سوں اچھا سے میں بھی لکڑے۔

اس نے کچھ وار لگ تو کبوتر کی دیکھ بھال کری پھر رات ہوٹ لاگ گی واہ اس بددھا میں تھا اک اب ک کروں پھر اس نے سوچیا کبوتر کوٹسا سودھی میں سے میں بھی لکڑیوں سوں گھٹی ء اڑھاں تے گوت میں ساکھ ٹھیک ہو ری سے اس نے کے بیرا لاگے گا کس گیل نکر ہوئی تھی ار کوٹ اس کی دیکھ بھال کردا رہیا جتنا اس نے کر دیا اتنا ء ہو کرے یاری میں یوہ سوچ کے اس نے ایک اڈاری لئی اڈاری پوری ہنودے واہ پھر پچی ہو گیا ار اب وا اتنا پچی ہو یا اک اس کے ڈر کا بت چلنا چور ہو گیا۔ وا بھاج کے پھر اپنے ڈھبی دھورے آگیا آندے بے سدھ پڑے ڈھبی کے گات تے لپٹ کے رو پڑیا۔ آنجھواں کاروڑھ میں بہ گیا ایک تو آنجھو وینہ بھی چام چرڑ کے آنجھو؟ اسے پنچھی کے آنجھو جس کی آنکھیا کی پوتلی سدانکی ء رہیں سین۔ بیراناں کتنی وار لگ واہ اس کے دھورے رہیا ار کد آنکھ لاگ گی سارا ڈر آنجھواں میں بہہ گیا اسی تو کوئے بات بھی نہیں تھی۔ بیراناں کیوں آنکھیاں میں آنجھو آگے۔ بیراناں کیوں واہ اس رو میں بہہ گیا۔ اب سودھی آیا پاچھے چام چرڑ نے یا ہے بات ستا رہی تھی اک نیوں اتنا روٹ کی کے پڑی تھی اچھا ہو یا کسے نین دیکھیاں کوئے دیکھ لیندا تو کے کہندا چام چرڑاں کے بے حس ہونا تو سدھ سے ہرکھ کا مھارے کے کام؟

ماٹساں نے تو بنا بات روٹ کے بھانے ٹوہ راکھے سین۔ مھارا روٹ بن داء بھی اب اس نے آپا پوری ڈھال سنبھال لیا تھا۔ کبوتر بھی کسمسان لاگ رہیا

تھا کبوتر نے جاگدئے پوچھا میں کوں ہوں؟ کت سوں؟ ان باتاں میں کچھ سے لکڑیگیا چام چرڑ نے بھتایا کالھ تیں بے دھیانی میں اڈرھیا تھا چاٹن چک ٹکرا گیا ار بے سدھ ہو گیا تھا اب تیں ٹھیک سے اب منے جان دے میں جاں سوں رات ہوٹن آئی سے۔ جدیوہ بات کری تو اس نے یاد آیا میں تو سارا دن اپنے گوتیاں گیل تھا۔ اس نے پچھلے دن کی ساری بات یاد آگئی تھی۔ دن پاچھے تو رات ہوئی تھی دن پاچھے پھیر دن کیوکر ہو گیا۔ دن بھی اتنا چمکیلا؟ واہ چاندنا واہے رنگ واہے آرجار۔ سب کے بھول کے واہ اورے دھورے میں کھو گیا۔ گھوم گھوم کے چاروں کافی دیکھن لاگ گیا۔ اب س کے چوندھے بھی لاگیں تھے دن تھا یا رات تھی؟

اب اس میں چاندنا سہن کی گھٹی آسنگ آگئی تھی۔ جنو دو پھیریاں میں تھم سوئے ہو ار جد آنکھ کھلے تو لاگے جنوں ابے دن لکڑیا ہو۔ ابے ٹکا ہویا ہو۔ اس ٹیم ماٹس کی نیاری حالت ہو سے۔ ماٹس اس بات نے مان کے اڑجے سے اک دن لکڑیا سے چاہے سارے گھر کے کہندے ہوں۔ اک رات ہو رہی سے۔ کچھ اساء حال چام چرڑ کا بھی تھا کبوتر جاگ لیا تھا دونوں چال پڑے۔ پرائی باتاں پے پرائی یاداں پے آچھی گپ ہوندی رہی۔ چام چرڑ نے اپنا ہرکھ سنبنھال لیا تھا۔ اب کے واہ اپنی آچرتا کبوتر نے بھی دکھانا چاہوے تھا۔ جس میں وہ کامیاب رہیا۔ اب واہ چاندنٹے کا عادی ہو گیا تھا۔ مڑی ہاٹن میں دونوں ڈھبی نیارے ہو گے۔

گابھرو چام چرڑ جد اپنی تھار پے جا لیا۔ گھر کیاں کی ڈاٹ پاٹ تے نمٹ کے اپنے اکلے کونے میں جابیٹھا۔ کبور پے اس نے کچھ بھی کھلن دیا۔ بھیت

کے سوال تو اس نے آپے سدھ کرنے تھے۔ پہلی ابر اتنا بڑا بیت اس نے تھیا یا تھا۔ جس نے واہ راس کے گام گوت آلے کھان پان ٹوہن جانویں تھے اصل مین واہ رات سے۔ یو کے چھوٹا بھیت نہی جو آج پھیر اس کے سیا مھی کھل گیا تھا پر واہ اس پے بات کسے ے نہی کر سکتے تھے۔ ساچی بات تو یوہ سے واہ اس دن کی ساری چہل پہل نے جھوٹ کا بادل سمجھے تھا۔ یا اپنے بھتر کا کلھیا جائے تھا۔ کیر ایند پوری نہی ہوئی تھی جاہیں تے میرے من کا تول بگڑ رہیا سے۔ اسے دبدھا میں سے پار ہویا۔ اس کے جن جاں کا دن چمکیا۔ سارے گیلٹے کھان پان ٹوہن چال پڑے۔ واہ بھی جو موس کے گیل ہولیا۔ کچھ سمے پاتھے سارے اپنے ٹھکانیاں پے آگے۔ چاند ٹے کا بھت بس اس کے ے من میں تھا۔ اس نے کسے تے بھنک نہی ہوٹ دیں۔ اس بچ اس نے سدھ کر لیا تھا اک یوہ بات دو بر ہولی دونوں بر کبوتر گیل تھا۔ اب کے میں آپ کر کے دیکھوں گا۔ آج تو میں سدھ کر کے رہوں گا آج تو میں دن ار رات کی ٹھاہ ٹوہ کے ے رہوں گا۔ پوری جن جاتی سب کچھ چھوڑے کے سوٹ کا سوچ رہی تھی پر یوگا بھرو آج ڈٹ کے تیار تھا اک آج اس کائنات کا بھیت آپ کھولوں گا۔

سمے بدلیا دن رات میں بدلن آلا تھا اس گا بھرو نے پہلاں ے اپنا ٹھکانا اسی تھار بنایا تھا واہ بارہ کی دنیا ر بھتر کی دنیا آچھی ڈھال دیکھ سکے تھا۔ جد رات کی چادر چیر کے دن لکڑھیا ہو سے یا جد کے چاندنی پے۔ رات کا کاکٹ بھاری پڑ رہی ہو سے تو دونوں سمے گھٹے نرالے ہو سیں۔ بڈے سے بڈا سمجھدار بھی اپنا من اپنے بس میں نہی راکھ سکدا۔ اس کے بھتر کی ان جانی دنیا میں ناں دکھن آلی کیڑی

سی چالٹنا لگ جیں سیں۔ بھیتر کی اٹ جاٹی دنیا بھی بڈی نرالی ہو سے کائنات کا بڈے سے بڈا منکر بھی اس سے بھیتر تے ڈگم ڈول ہو جے سے۔

آبھرو چام چرڈ بھی ٹھیک اس سے ڈگم ڈولی میں بھنس رہیا تھا۔ اس پے سمجھ تو تھی نہیں جاہیں تے واہ اپنی حالت نے سمجھ نہیں پارہیا تھا۔ پر بھیتر کی ادلا بدلی سیا مھی کے مالیاں میں بدلاؤ تو لیا نوں سیں۔ جیو کر متلی، چکر من چالٹا ان ساری حالتاں نے پکڑ کے اڑیا ہویا تھا۔ چاہے کچھ ہو جے منے دن رات کا انتر ٹوہٹا سے انء سوچاں میں چاندنا دکھن لاگ گیا۔ جی کا گھبرانا ار متلی ایک دم گھنی ہوٹ لاگ گی۔ جیو کر جیو کر چاندنا بڈھا جا رہیا تھا، گا بھرو نے اپٹا گات سنبھالٹا ایڑھا ہوندا جا رہیا تھا۔ اس کے بھیتر چالٹن آلے ستام میں بادھا ہوندا جا رہیا تھا۔ انت دن لکڑے آیا چاروں کانی چاندنا پھیل گیا تھا۔ دوسرے کانی آبھرو چام چرڈ اورے دھورے رولا کرٹ لاگ رہے تھے۔ جد ان نے دیکھیا جیوے سے تو گھنکھرے الٹے حلے گئے۔ کچھ کنبے کے دھورے رہ گے۔ اس کی ماں دھورے ے بیٹھی تھی سب نے پوچھا کے گیان سے تو اس نے کہیا واہ دور اتاں تے جماء نہیں سوکیا جاہیں تے بے سدھ ہو گیا تھا۔ ساریاں نے اس کی بات سے تسلی ہوئی۔ پھیر واہے روج کا دھندا چال پڑیا۔ رات اردن کا انتر اس نے آچھی ڈھال سمجھ لیا تھا۔ یوہ بھیت اس نے پورا پورا من لیا تھا ہم جس نے صدیاں تے دن سمجھدے رہے واہ رات سے دن تو میرے سوا کسے نے دیکھیا ے نہیں۔ یوہ بھیت اب اس کے من میں پکا جمیا ہویا تھا۔ میرے جن جاتی کس ان سمجھی میں جی رہے سیں۔

اس بھیت نے جائیاں پاچھے بھی اس نے اپنے بھیترا تنی ہمت نہی پاوے تھے جو کسے اور نے بھی اس میں رلا لے۔ کبوتر نے پھیٹ ہوئے کئی کئی دن لنگھ جیں تھے اب واہ رات ار دن میں آچھی ڈھال اڈاری مار سکے تھا۔ اب واہ دونوں سے اڈل میں ماہر ہو لیا تھا۔ جد کوئے بڈا بھیت تھارے بھیترا پل رہیا ہو تو واہ بھیترا کی ادلا بدلی کی چال نے بدل دے سے۔ سوچن کا سٹائل بدل جے سے۔ کھاس کر اس سے جد تھم نے اس بات کا میرا بھی ہو اک جو بھیت تھارے پے سے وا کسے پے نہی سے تو یوہ بھاونا تھاری چال بھی بدل دے س۔ اربدلی ہوئی چال سے۔

جن جاتی نے میرا پاٹ جے تو جن جاتی آنکھیاں آنکھیاں تے تھارے میں کچھ ٹوہن لاگ جے سے۔ چام چرڑ کی جن جاتی نے بدلی ہوئی چال دیکھ لی گھٹے سوال اٹھن لاگ گے تھے اک یوہ اب واہ کوئی رہیا۔ یوہ اب بدلدا جارہیا سے۔ پروینھ اس تبدیلی نے کوئے بھی نام نہی دے سکے تھے۔ جن جاتی نے اس کا یوہ حل کاڈھیا اک دھورے رینے گیانی کاگ نے بلا کے لیاؤ۔ بھاج بھوج کے کاگ سے ملن کی بات کری پھیر رولا تو واہے تھاملیا کس ٹیم جاوے؟ دن رات کے انتر نے ان کے جن جات دینا تے کاٹ را کھی سے۔

گھٹی ء ایڑھ تے جد دونوں ٹیم ملیں سیں اس ٹیم کاگ بلایا گیا جو دونوں سوکھے رینھ۔ گا بھرو چام چرڑ کاگ دھورے ایکا چھوڑ دیا۔ تیسرے سوال پے چام چرڑ نے میرا پاٹ گیا اک واہ اس کے کام کا نہیں سے۔ اس کے سوال ار پوچھن کا ڈھنگ ہر اک بات، اس کی ہر بیماری کی جڑ پیٹ کی گز بڑا ریسٹ کا آنا ناں آنا بھتا رہیا تھا۔ کاگ تے تو جیو کر تیو کر جان چھوٹی۔

بن بات کی اداسی ارتہنائی میں رہن کا علاج سمجھ میں نہ آیا تو ایک دن گاہرو کے من میں آیا کیوں ناں موسیٰ کو تری گیل بات کری جاوے ایک تو موسیٰ لاگے سے دوسرا یوہ اک مہارے گیل ملدی جلدی سے۔ مڑی ہاٹ میں واہ قبرستان کے ایک روکھ پے کو تری دھورے پوہنچ گیا پر موسیٰ کا دھورے رینے جن تے مانس کہیا جاوے تھا۔ ان تے موسیٰ کو تری گھٹی ۽ تنگ تھی۔ اک ینھ لوگ میرے بولن پے بھی روک لائیں سیں۔ کدے تاڑی بجائیں سیں۔ کدے اس روکھ پے ڈٹے ماریں سیں جس پے میں بیٹھ جوں سوں کئی ڈھال کے رتے ماریں سیں جد لگ میں چپ ناں ہو جوں ینھ میں چپ ناں کردے۔ جد اس کے مہنے ار روٹے دھوٹے رکن میں ناں آئے تو گابھرو نے الگت مانگی تو واہ بولی ڈٹ جا! میرے تو تیری بات ۽ سمجھ نمی آئی میں تیرے گیل چالوں سوں تنے تایا الوتے ملا دیوں میں بھی ارے رہ رہ کے تنگ آرہی سوں۔ پانی بدل ہو جے گا ان مانسان تے بھی پے تیں جا کے آچھی ڈھال بول لیوں گی۔ پر یوہ دھیان راکھیے تایا الو گھنی ۽ دورے رہوے سے۔ گا بھرو چام چرڑ اپنی موسیٰ گیل اڈلیا۔ دونوں رات کے پنچھی تھیے گھنی وان لگ اڈیاں پاچھے۔ وینھ پانی پین نے رکے تو موسیٰ نے رج کے پانی پیارج کے کلکاری مارے جد اس کا سنگیت گھناء بدھ گیا تو آبھرو نے سوچیا مانس موسیٰ کے بارے میں ٹھیک ۽ کہویں سیں۔ بول تو جماء بھونڈا لے رہی سے۔ جد جی بھر کے کارولی چمالی تو پھیرا ڈن لاگ گے ایک ندی کے کنارے روکھاں کی لارو کی اڈن میں گنی ۽ ایٹھ ہو رہی تھی۔ روکھاں کے سر آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ ان میں گھنے سواد لے تنگے اڈرھے تھے۔ ان کا سودا بوہت ۽ آچھا تھا اڈنا گھناء ایڑھا ہو رہیا تھا۔

ان روکھاں کی لار میں ایک بڈے روکھ پے موسیٰ کی بریک لاگی۔ اس نے پھروا ہے کلکاری ماری تو جواب میں گوں گوں سنائی دئی آبھرو نے اور ہے دھورے دیکھا کوئے نہی دکھیا۔ مڑی ہان ٹھہر کے پھیر واوے گوں گوں سنی تو آبھرو نے پیرا لاگ گیا اک یوہ گوں گوں کت سے آرہی سے۔ موسیٰ کے تایا جی موسیٰ کو تری تے ڈیل ڈول میں بھی بڈے تھے ار سبھا میں بھی اورے تھے اس نے آتیاں کانرولا نوٹس نہی لیا تو پھر چپ چھا گئی۔

موسیٰ جی نے تایا جی آگے ارداس دھردی اک تایا جی تھم نے ملن آئے ساں یوہ بالک تھارے تے کچھ پوچھن آیا سے۔ تھم اس نے گپ لاؤ میں مڑا ساکل سیدھا کرلیوں۔ رے بی بی اڑے ناں بولے۔ اڑے تے دور چلی جانیو نے ریت کے بٹے سیں۔ نیو نے جا کے بول لے۔ اڑے بول گی تو دھورے مانسان کی بستی سے تیرا بول سن دے آجیں گے۔ جے میں دکھ گیا تو بنا بات ماریا جاؤں گا۔ پنھ مانس میرے سر کے گھنے لو بھی سیں۔ کئی ڈھال کے ٹونے کریں سیں میرے سرگیل۔ ناں سکون تے جینویں ناں جین دیں۔ ناں مریا پاچھے سکون کرن دیندے۔ آبھرو نے تایا جی دلچسپ مانس لاگے۔ کھاس کر ان کے بات کرن کا دھیمہ سٹائل۔ تایا جی کی آدھی سے گھنی بات آبھرو نے سنی۔ موسیٰ کو تری تو ریت کا ٹیاں کافی اڈگی تھی پر تایا جی بولدے جا رہے تھے۔ ایک دم اس نے نیوں لاگیا ایک اسل سنٹیا تو چلیا گیا۔

کیو کر ایک چپ سنٹیا پٹھیا سے۔ ہاں بھئی آبھرو کیو کر آنا ہویا۔ میں تو جی بس سلام کرنا آگیا۔ کو تری کہوے تھی تھم گھٹے بڈے عالم سو؟ منے سوچیا کچھ گیان میں بھی تھارے تے لے لیوں۔

میں تمہارے تے دنیا کے بارے میں پوچھن آیا سوں۔ یوں کے چکر سے؟ ہم ساری عمر الٹا لٹکدے رھواں گے؟ تھم سد اینویں لٹک کے جیوٹ کاٹو گے؟ یوہ سن کے اُلو دھورے کی ڈالھی پے آیتھار بولیا دیکھ بھئی ہم نے اپنی اپنی روح ارنیچر کے لٹے رھٹا پڑے سے۔ کے میرا کتنے جیو جنتریویں اپٹے جیوٹ نے چلانے آرھے سین۔ سارا دن سیدھا لٹکا رہ۔ الو کی بات سن کے آجھرو نے جدء سیدھا لٹکن کی پریکٹس جاری کر دی ار اس میں اتنا کھو گیا اک اصلی بات ء بھول گیا۔ کچھ ہاٹ لٹکن پے بھی اس کے کاندھے اکڑ گے۔ جد اس مینہ کامیابی ناں ملی تو الو کے سامٹھے اپنی ہار مان لی۔ الو ہنسیا ر بولیا پاٹی کے گیل ترٹا تو کوئے بڈی بات نہی اصل تو بہندے پاٹی کے الٹ ترٹا سے۔ اسی بات بڈی سروپ کھے سین۔ اک ندی کا سینہ چیر کے الٹا ترٹ لاگ رھیا سے۔ پر کسے پے بھی اتنا سے نہی سے ایک واہ تمہارے کافی آنکھ راکھے۔

تھم کے کھارھے سو؟ کے کر رہے سو؟ کیو کر اڈسو؟ کیو کر جیو سو؟ تھم نے کے آچھا گے سے کے نہی لاگدا۔ کسے نے ان باتاں تے کچھ نہی لیٹا۔ جیون تمہارا سے جیٹا تھم نے سے ہر جی پہلاں تے لاگی ہوئی لکیراں پے چال رھیا سے۔ ان میں ء گھوم رھیا سین۔ جوں ء ہم نے اپٹا دائرہ چھوڈیا ہم کسے اور دائرے میں جا کھڑے ہو گے۔ ہم کسے اور کے دائرے میں ناں بھی رلاں تو بھی اپٹے دائرے تے بارھ لکڑن آلا ہرپگ مھاری جیون کی ڈور نے بودا کر دا جاوے سے اریوہ ڈور بودی ہوندیں ہوندیں انت ٹوٹ ء جے سے یا کسے اور ٹھاڈے کے مونھ کا نوالا بن جے سے۔

الو کی بات چیت آہرو چام چرڑ نے بڑی آچھی لاگی اس نے پورے دھیان گیل سٹی کہے تو ٹھیک ۷ رہیا سے لاگے سے ٹھیک تھار آگیا سوں۔ منے اپٹا سوال ایب اس نے تے کر دینا چامیہ پر الو نے تو اس نیج اڈار بھر لی تھی۔ آہرو نے ایک ٹھندی ہاٹ اڈنا پر رائے سے ناں اڈاں تو گات میں ست ۷ ناں رھوے۔ چام چرڑان ۷ سوچاں میں کم تھا اس میں نیج الو پھیر اپنی سیٹ پے آیتھا۔ کتنی دور رھوے ارے تے۔ گھٹی ۷ دور سے ایک گھنٹہ لاگ سے واہ جو بڑی سڑک کے دھورے پر اٹا سا گھر سے میں ات رھوں سوں۔

"ٹھیک"۔ الو نے جواب دیا۔ میں کچھ دن تھارے گیل رھٹا چا ہوں سوں۔ منے گھٹے سوال پوچھتے سین تھارے تے؟ ہاں ہاں کوئی نمی پر میرے گیل رھٹا ایڑھا گھٹا سے۔ میں لگا تار اپٹے ٹھکاٹے بدلد ا رھوں سوں۔ ایک ۷ تھار رھن تے میرا جی پاٹ جا سے۔ میں اسی تھار رھٹا پسند کروں سوں جت منے کوئے چھیڑے ناں۔

ناں میرے کاماں میں ٹانگ اڑاوے۔ پکھیرو بھی منے تنگ کریں سین۔ کوئے ناں کوئے آیا رھے سے سلام کرن۔ لوگاں کے نئے نئے رویہ سین چھوٹی تے چھوٹی بات بھی من میں اٹک جے تو جیون گھٹا ۷ ایڑھا ہو جے سے۔ کچھ دن پہلاں کی ۷ بات لے لے ایک بگلا آگیا بولیا کے میں اپٹی چونچ تے اچھی ڈھال کچھ بھی نمی پکڑ سکدا۔ جد بھی پکڑو سوں سکار لکڑ جے سے۔ اب بھتا میں اس کی بات کا کے جواب دیوں۔ جیو کریوہ بات بگلا کی سمسیا سے میری نمی سے۔ جے بگلا اپنی چونچ گیل اپٹے پنچیاں نے رلا لے تو اپٹے سکار نیں پکڑ سکے سے۔ پریوہ میں اس نے کیو کر سمجھاؤں؟

اسی ء کوئے سمسیا تیری بھی ہوگی۔ الو نے سوالیہ سنائل میں آہرو گیل بات کری۔ آہرو بولیا۔

"میں رات ار دن کے ریٹلی میں کھو گیا سوں۔ دن کوٹ سا سے رات کوٹسی سے۔ میں جدتے جا گیا سوں جدتے ایب لگ بلکہ میرے پر ار تھی تے لیکے آج لگ ہم جس نے دن سمجھدے رھئے واہ رات سے۔ ایک دن میرے ڈھبی نے دن دکھا کے میں سمسیا میں گیر دیا۔ اس نے جو دن دکھایا واہ تو گھنء جال تھا۔ اس دن کا چاندٹا تو سچ میں چاندٹا سے۔ پر مھاری جن جات تو کسے اور چچ نے ء دن سمجھدی رھئی۔ اسے الجھن تے میں آج لگ بھی لکڑیا۔ یوہ بات سنی سنائی ہوندی تو کیرا بھول بھی جاندا۔ پر منے بار بار یوہ چاندٹا اپئی آنکھیا سے دیکھ لیا۔"

"آنکھیں دیکھی بات کا منکر کیو کر ہو جوں۔ سمسیا یو سے ایک یوہ بات میں کسے تے کر بھی بھی سکدا۔ کوئے میری بات بھی مانے گا۔ مانٹ تو پرے رھیا میری جان کا لاگو ہو جے گا۔ رل بھتیو کا ناں ملٹا گھنء بڈا دکھ سے۔ میری جن جاتی میں تو اسا کوئے بھی بھی پایا جس تے بات کر سکوں۔ بڈی ایڑھاٹ گیل کئی سورساں تے ہندا ار ارے آیا سوں۔ تیری بات بھی منے گھئی ء ٹھیک لاگی۔ تیں ء اس روٹے کا کے سمدان کا ڈھے گا۔"

آہرو نیس ایک ء سانس میں اپنی پتتا سنادی۔ سیامھی بیٹھے الو کے اور بھی سکتے ہو گیا۔ گھنی ء وار دونوں کانی چپ رھے۔ اتی چپ تے آہرو چام چرڑ بے چین ہو گیا

"تھم جاگو سو؟"

تھم نے میری بات سنی؟ اس نے تیا جی تے پوچھیا۔

الو کے گل تے دو تین بر، گوں گوں کا بول لکڑیا پھیر چپ چال پڑی۔  
اب آہرو نے لاگیا اس نے ٹھیک تھار سوال نہی کریا۔ یوہ بھی کوئے کا من ساء  
پنچھی سے۔ اس کے پر بھیت سے امید را کھٹا بے کار سے۔

"دیکھ بیٹا! آچھا تو یا ہے سے تیں سب کے بھول بھال کے اپٹی دنیا  
میں چلیا جا۔ تنے بیراء نہی سے تنے کے بات کہہ دی سے۔ جد لگ تیری یوہ بات  
سے اک تنے دن کا چاند ٹا پاگیا سے تو یوہ کوئے نئی بات نہی سے۔

"تھاری جن جاتی اس دھرتی پے 650 سال پرانی سے۔ اس نیج  
تھارے ناپ بدلے رہئے۔ رنگ بدلے رہئے آج کالھ تھم نیارے نیارے  
سبھا ار چارنگاں میٹھ دکھوسو۔ تیں چام چرڑاں کی بھوری گوت کا سے۔ گھٹی سے  
گھٹی تھاری آیویس سال ہو سے۔ تیں منے تین چار سال کا لاگے سے۔"

"تیری ساری بات چیت میں ایک تو دن رات کے نیارے ہون کا ار  
چاند ٹے کا سوال سے۔ دوسرا تیری ساری سمسیا ایک نئی دنیا کا سیامھی آٹا سے۔  
جت الگ بات سے کچھ دیکھن کی۔ یوہ کوئے نئی بات نہی سے۔ تھاری ع جن  
جاتی میں گھٹے چام چرڑ دن میں بھی دیکھ سکیں سیں۔ پر نارمل ان نے دن میں  
کلیئر نہی دکھا۔ تیں ان تے اوپر اس مارے سے اک تنے یو سب دیکھن دکھاں  
آپ کریا سے۔ ار بار بار کر کے تیور بدھا لیا سے۔ تیں اب دن میں بھی اور  
پنچھیاں کی ڈھال اڈ سکے سے۔ رات نیں تو تھم سدا تے اڈ دے ارھے سو۔ منے  
تیرے تے الٹا جاٹ نے جاہیں تے کہیا سے اک کوئے بھیت پالینا اتنی بڈی بات  
نہی ہوندی۔ بات یوہ ہو سے اک تھم اس بھیت نے اپٹے پے سوار کیو کر کر  
دسو۔ اس بھیت کے کار ٹے تھم اپنی سنسکرتی گیل ٹکر نہی لے سکدے۔

تھارے گات کی بٹاؤٹ ار گات کے اور انگ تھارے اس کلیم تے میل نہی کھاندے۔"

"ایک سے تھا، تھم یلکے ممالیہ جانور تھے۔ جواڈ بھی سکے سے ار اپٹے بالکاں نے دودھ بھی پیاوے سے۔ کسے دور میں اپٹے اپٹے پنچیاں تے چال بھی سکو تھے جو پر ایب تھم بس الٹا لٹکن کا کام ء لے سکو سو۔ تھاری جن جاتی نے ایک مٹھا بھی دیا جا سے اک تھم اس مونھ تے اپٹا گند بھی کا ڈھو سو۔ اب تیں آپ بھتا الٹا لٹکینے ار مونھ تے گند کا ڈھٹنے کی بات کوٹ مانے گا؟ چہے وا کتنے ء بڈے بھیت کے بارے میں بات کردا ہو۔ جاہیں تے کوٹے بھی پکھیر و تھاری جن جاتی کا! تیری بات پے دھیان نہی دھرے گا۔ ہاں یوہ سے اپٹی جن جاتی میں اس بھیت نے کھول کے تیں اپٹے ہاں کیاں نے متاثر کر سکے سے۔ یوہ ساری رام کتھا ان تے سٹا۔ وینھ تنے سمجھدار ار گیانی مان لیں گے۔ پرتیں سدا ان نے اپٹے گیان تلے نہی راکھ سکدا۔ ان کے سمجھن کی تس ناں بجھاندار ہیا تو ایک دن سارے حیلے اڈا جیں گے۔

"جے ان کی تس بجھاندار ہیا ار ان نے بھی چاند نے کا بیرا پاٹ گیا تو اپٹی اپٹی دکان سجا کے بیٹھ جیں گے۔ جاہیں تے ساری بات کھول کے تیرے آگے دھردی سے۔ اپٹے آپ نے اس میں نا پھنسا۔ اپٹے آپ نے ایڑھ میں ناگیر۔ اپٹی دنیا میں جا ار موج کر۔ نیویں ٹانگ ناں اڑا۔"

یوہ ساری لامبی بات چیت کریاں پاچھے الو نے اڈا رلیں۔ آہرو چام چرڑ ایک دم اپٹے آپ نے ایکا لاگن لاگ گیا۔ اس نے من کی بات پرانی ہوگی تو وابھتر سے رت سا گیا جس بھیت کے بل پے اس نے تین مھینے کا ڈھ دیئے۔

جس بڈائی کے کارٹ واہ اپنے آپ نے ساری جن جاتی تے نیارا جائے تھا پانچ  
منٹ سینھ سارے عمل ریت کا ڈھیر لکڑے۔ ایب ریت کے ڈھیر میں تے گیان  
ٹوہٹا جہاں ۛ چھوٹا کام لاگے تھا۔ اس میں اوڈن کی بھی آسنگ نہی رھئی تھی۔  
الو نے گئے گھنی ۛ وار ہوگی تھی لاگے سے ایب الٹا کونیاں آوے۔  
اس بات نے اس کی بھاؤنا اور بدھا دی "جا واپس چلیا جا" "اپنی دنیا میں واپس  
چلیا جا" پر آبھرو نے ایب واپس جاٹ بھی دو بھر ہو رھیا۔ بس ایب کتے نہی جاٹا  
اسے روکھ پے پچدا جیون کا ڈھ دیوں سوں۔ مرے ہوئے جی تے اس نے سدھ کر  
لیا۔

## جیوٹ جو گیا

صابر علی صابر

ڈھل دی رات تڑکے بکھت نوہرے میں بھیترا کانی آئے بار نے سے ماں  
 نے بول دیا۔ غلام محمد! غلام محمد!  
 "پوت کھڑیا ہو لے نے۔"  
 "باپ تو کد کا مسجد میں گیا"  
 "ارتیں اورے پڑیا سے۔"

غلام محمد نمبردار جماعت کا چھورا تھا۔ گام مینھ نمبردار کی باندھی بندے تھی اور  
 کھولی کھلے تھی۔ اس ماری چھورا گھٹی اے بھاگ دوڑ کر کے دس پڈھیا اور  
 امتحان دیندا اے فوج مینھ بھرتی واسطے اٹھ کھڑیا ہویا۔ ہریانہ گلابانی اور واہی  
 بجی مینھ گھٹا آگے تھا اور اوورے کے مائس گھٹے تکرے تھے لیکن پڈھن پڈھاٹ کا  
 رواج جہاں اے نہیں تھا۔ نمبردار نے اس واسطے چھورے پر گھٹا پڈھنٹا کانی  
 دھیان نہیں دیا۔ غلام محمد فوج میں بھرتی ہو گیا اور رنگ روٹی کاٹ کے چھٹی آیا  
 تھا۔ آندے آندے ماں نے کہہ دیا۔

"بھائی آج تھکڑا تار لے ارکل باھن کے گھر ٹیکڑی گلگلے دے کے آئے اور تڑکے اے جاٹا پڑے گا۔

اس واسطے ماں نے پوت سے آواز دیئی اور بیٹا جھٹ سے بجلی کی ڈھال کھاٹ سے اٹھا۔

تو سام بوانی سے سات کوس تھا ار چھری کالی گھوڑی اسے طرح کھونٹے پے کھڑی رہے تھی۔ اس کی سواری بس غلام محمد اے کرے تھا۔ تڑکے اے تڑکے غلام محمد کی گھوڑی تھان سے کھول کے تیاری کر دی تھی ار سارا سامان اس پے بندھ رہیا تھا۔ گھوڑی کی ٹالی باجے تھی تو تین تین کوس سے بیرالاگ جے تھا کہ نمبردار کی گھوڑی جاری سے۔

بوانی سے تین کوس بارہ ماسی نہر کے گیل اے غلام محمد کے مامے کا گام تھا اور مامے کے گھر غلام محمد کی منگیتر سلمیٰ بھی تھی جو پانچ پڑھی ہوئی تھی ار ماں باپ کی لاڈلی اور اکلوتی تھی۔

غلام اٹھیا نہا دھو کے ملل کا کپڑا سر پے بانڈھ ایٹے سے ایک ہاتھ لمبا بانس کا لٹھ ہاتھ میں لے گھوڑی کافی چالیا۔ بانس کے لاکڑی فیشن تھا۔ ار لاٹھی کے ترلے پاسے تانبے کی تار اور پر کافی لوہے کا شام جڑیا ہویا ہے۔ گھوڑی پے چڈھن تے پہلے ماں کے پیر چھوئے ار بولیا۔

"ماں راہ میں مامے کا گام بھی سے جے کہوئے تو مامے سے مل آؤں۔"

ماں جھٹ سے بولی "نہ بیٹا سلمیٰ سیاٹی ہو ری ہے۔ ار تیں اٹھے مانگیا ہویا سے۔

سسرال میں نیو جایا کریں سین جیوں چاند۔ جمع نہ جایئے"

لعل لعل تو ہر کو کہہ سے لعل جگت میں دو

ایک لعل سمندر میں ایک بھلی کوکھ میں ہو

غلام محمد نے گھوڑی کے لاکڑی لائی اور گھوڑی سرپٹ ہو گئی۔ رستے میں غلام محمد اس بات نے بار بار سوچا جا رہیا تھا کہ اس کی ماں بچپن سے اس نے یو کہاوت کیوں سنایوں تھی ار گیل یو بھی سوچا جاوے تھا کہ ماں نے مامے کے گھرتے کیوں روک دیا۔ مامے کا گھر نہر کے اوپر ار سڑک کے اوپر سے مامے نے دیکھ لیا تو کہوے گا۔ اس سوچ میں تڑپا جا رہیا تھا اور ماں کی کہاوت بار بار بڑبڑاوے تھا۔

لعل لعل تو ہر کو کہہ سے جگت میں دو

ایک لعل سمندر میں ایک بھلی کوکھ میں ہو

اچنک ڈھلے چاند پے نگاہ پڑی ار ممتاز میر کی یو کلی منہ تے لکڑی۔

ڈھل کے رات سکر تے ڈھل لی تیری بہت دیکھ لی باٹ

ہائے ایب لگ بالم آیا کونہ سُنی دکھے کھاٹ

نہرہ چڑھدے ء گھوڑی موڈ میں آگئی تھی۔ دل میں کھدکھدی

سی ہو ری جے ماں کہہ دے ہاں تو مامی تے مل لیندا مامے کا حال پوچھ لیندا سلمیٰ

نے دیکھ لیندا گام سے تین کوس آیا تھا دل جھول بھول ہو لیا تھا۔ پکی پے

چڈھن لاگیا تھا کہ سامنے تے کسے نے رکا دیا۔

"سنجھلیے!" غلام محمد آج کوئی جاٹ دیٹوں"

غلام پلٹا ار بولیا۔

"غلام محمد کی زبان کم ار لاٹھی گھنٹی بولیا کرے۔"

واوار کرٹ واسطے آگے نہ ہو یا تو دیکھدا اے رہ گیا۔ کے دیکھے سے کہ روکنے نہ  
ڈاٹھے میں بڈے بڈے بال لھکوائے تو بہت لیکن فیر بھی بار نے نکل آئے گھوڑے  
پے نظر پڑی تو وائے گھوڑا جو ماہو بانی تے لیا یا تھا۔

غلام محمد کی زبان پے ایسے بھی ممتاز کی راگنی چال ری تھی اجنبی نے  
ٹوکدے ہوئے کہی۔

"اچھا ممتاز۔ لے سن۔

تیری آری سے ہیر کیوں روس گیا پیر بتلا لیے  
میاں رانجھے ملائی کھا لیے ہے۔"  
"سلمیٰ تیں!" غلام محمد بولیا

"ہاں میں"

"تنے پیرا کس طرح لا گیا کے میں سوں"

"بولی غلام مد اتنا تو پیرا سے یو گھوڑی غلام محمد کے بنا کس نے سوار نہی  
کرواندی۔ جدیو چالی تو اس کی ٹالی باجی تھی اس کی آواز نے میرے دل میں آگ  
لا دی۔ پیری اور کتنی باٹ دیکھوں تیری۔"

غلام محمد کے دل میں گد گدی سی ہوئی۔ جی میں آیا اک مامے کا نہی چالوں۔  
پھیر ماں کی بات کا فی دھیان گیا۔

لعل لعل تو ہر کو کہہ سے جلکت میں دو  
ایک لعل سمندر میں ایک بھلی کوکھ میں

ہو

بولیا۔ "سلمیٰ آگے تے ہٹ جا۔ منے وار ہو ری سے۔"

"کیونکر ہٹ جوں سر کے سائیں۔ بھوری بیارہی سے۔ ہارے میں دودھ کڈھا رکھیا سے۔ ایک گلاس پی لے۔ پھیر سلی اپٹے ہاتھ سے گھوڑی پے سوار کرے گی۔"

"

غلام محمد بولیا؛ "سلی بولی نہ ہو۔ فوجی ار پکھیر و نے ان کا ماں پے نہیں

لایا کر دے۔

یو کہندے اے غلام محمد نے گھوڑی کی کوکھ میں ماری ایڈی۔ اور یو جا ارواہ جا۔ گیل تے سلی کی آواز آئی "کد لگ بھاگے گا۔"

"میرے ہاتھ آجیے سارے نیا لے لیوں گی۔"

غلام محمد سلی کی محبت کا اثر اپنی چھاتی میں اترا د محسوس کر رہیا تھا۔ ار گیلے گیلے ماں کی پڑھائی بھی یاد کر د جا رہیا تھا۔ سوچاں میں سلی کے خواب ار خوشبو لیندا جا رہیا کہ اس نے میرا اے بھی لا گیا کے کد تو سام کے پہاڑ پے پہنچا۔

جو بن میں جچا، سوچاں میں بسا، لتے میں جچا ار شرم تے ناڑنچی کرے باہن کے گام میں داخل ہو یا۔ نوہرے میں گھوڑی باندھی۔ ٹکڑی گلے پوری تار کے اندر گیا۔ گھر خالی تھا۔ میرا لا گیا کہ باہن ار بہنوئی تو کٹے میں کارج سے ار اٹھے گئے ہیں ایک بالک ان کے بھیجا۔ ار ایک کھاٹ پے سیدھا ہو گیا آنکھ لاگ گئی۔ بارنے کی کنڈی باجی، دروازہ کھولیا تو کے دیکھے کہ ایک چاند کا ٹکڑا کھڑیا سے ار ڈھڑاک دینے سی بھیتر آگئی۔

غلام محمد بولیا،۔

" واہ گھراں کوئی بھی کوئی۔  
آن آلی بولی۔

"تیں تو سے نے۔"

غلام محمد کا ہاتھ پکڑیا ار کرے میں کھاٹ پے دھکا دیا۔  
غلام محمد ڈھڑونے سی پڑیا اوپر واہ آرہی آنکھاں میں آنکھ گیر کے ہوش اڑا دیے۔  
غلام محمد کے سوچاں میں ہل چل ماج گئی۔ غلام محمد کے ہونٹ کے ہونٹ دھر  
کے بولی۔

"شانتی۔"

اس نے آج تک اتنا سوھٹا گا بروار بانکا جوان بھی دیکھیا۔  
"اس گام کا تو کوئی۔ کت سے آیا؟ تو سام میں تو کوئی دیکھیا کدے۔ تو سام و  
پاریاں کا گام تھا۔ شیخ جی راہیاں کردے ار جانورواں کا بیوپار کریا کردے۔  
غلام محمد بولیا!

"دیکھیے یو گام میری باھن ار بہنوی کا سے۔ میں اورے سر بھی نہیں ٹھا سکدا۔"  
گیلے اے غلام محمد نے سر جھکا لیا ار ماں کی شکستیا دآن لاگئی۔

لعل لعل تو ہر کو کہہ سے جگت میں دو  
ایک لعل سمندر میں ایک بھلی کوکھ میں

ہو

لیکن واہ مراسیاں کی چھوری نہ مانی اپنی باں غلام محمد کے گل میں  
گیرے لیٹ گئی۔ غلام محمد کے پسینہ آگیا۔ بہت گھبرایا کہ اس آفت سے کیوکر  
نکلے۔ ے کسے نے دیکھ لیا تو لاج جاندی رہ گئی۔ ار لاکھ ٹکے کی عجت کا دھیلہ ہو

جے گا۔ پر مراسی کی چھوری گھٹی گندی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ غلام محمد کے اوپر لیٹی۔ ہونٹ غلام کے ہونٹوں تک آئے۔ شہد کی کانٹھ کھولن واسطے ہاتھ آگے کر رہیا رہے تھا کہ باہر تے شور آیا۔

"اما آیا۔ اما آیا۔"

ارواہ جھٹ سے اٹھی ار ایک پاسے کھڑی ہو گئی۔ بھانجا بھاجدا ہویا آیا ار بولیا نانی کوئی آئی غلام محمد نے اللہ کا شکر ادا کریا ار گیلے بہن اور بھائی کے آواز سنی۔ باجرہ نے کمرے میں داخل ہوندے اے بھائی کے گلے میں ہاں گیر دی ار رون لاگی۔ بھائی نے چپ کرایا پھیر بہنوئی سے بولیا۔ بھائی گھٹی دیر لادی کت گئے تھے۔ بھان بولی۔ "بھائی میرے چچ سسرے کے بیٹے کی چٹھی کھلی سے۔ سارے اٹھے اے نیوندرا کھے تھے۔"

غلام نے بھان کے ہاتھ کی چائے پی ار نوہرے میں آگیا ار حقے کے دو ایک گھونٹ لاکے سارا حال احوال پوچھ کے بوڑن کی تیاری میں لاگ گیا۔ سوچ میں الجھ پلجھ تھا بھان سے اس چھوری کا نام پوچھیا جو پہلے گھر آئی تھی بھان بولی۔

"واہ ہمارے گام کے مراسی کی چھوری سے۔ ہم نے بلاں آئی تھی۔ ماں مرلی ار باپو جیوئے سے۔"

غلام محمد نے من میں بڑبڑا کے کہیا۔ "جدے تو۔"

"رنڈوے کی تو بیٹی بگڑے، بگڑے رانڈ کا پوت"

بھان ار بہنوئے نے بہت روکیا۔ لیکن غلام محمد کت رکے تھا گھوڑی نے نیار پھوس کر کے پھر چڈھ لیا۔ راستے میں غلام محمد یو اے سوچا آرہیا تھا کہ ماں ہر بکھت یو اے شکستادے سے کہ جین۔ جوگا باپ کے سر پے کئی گاماں کی

پگ سے اس کا سر نہ نیوٹ دیے۔ آج اللہ نے بچا لیا۔ یعنی پاپ ہوٹ لاگیا تھا ار  
نرکھ میں جاندا۔

غلام محمد ماں باپ کا کلا تھا۔ ارہر بکھت تو غلام محمد اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تھا۔  
مالک اس نے یا تو اسی موت دیوے جو اس کے باپ کی زندگی ہزار سال بعد 10  
ہزار بھیتہر کا کردے یادیس کی رکھوالی میں مرٹ کا موقع دیوے۔

جمال پور سے دو کوس پہلے کما د کے کئی مربعے اگ رے تھ۔ ے نیڑے  
کو جان دے گڑ برگی اس اٹھے تھی پونڈیاں کا قد دس دس فٹ تھا ار چاروں آڑتے  
دن میں رات برگا حال رہوے تھا۔ اچانک کما دیں سے عورت کی چیخ کی آواز  
آئی۔ "آئے رے ماں مر گئی، آئے رے ماں مر گئی"

ار ایک نوجوان چھ سات فٹ جوانی میں رسی بسی چھوری بھاجدی سی سڑک پے  
آئی۔ سر پے چنری کوئی۔ بال بکھرے ہوئے، سانس پھولی ہوئی جسی اے سڑک  
پے آر لے پڑی تو ایک گھڑ سوار کے گھوڑے کے پیر اچانک بدک گئے ار گیل اے  
کما د سے دس بارہ سکھ لیکڑ دے آئے ار چھوری کافی لپکے۔ گھوڑے آئے نے  
للاکارا۔

"ٹھہر جیو سیکھڑو، غلام محمد آیا۔"

اس ناری نے جد غلام محمد کا لفظ سنیا تو جھٹتے اٹھی ار غلام محمد کے پیراں  
تے لپٹ گئی۔

"جگ جگ جیٹوے بوانی کھیڑے کے چاروں پانیاں کا ماٹ نمبردار جماعت علی،  
جس کے گھراں تیرے برگا لعل ہو یا۔ رے جیون جیو گیا منے ان رندیاں تے  
بچائیے۔"

"تیں کون سے ار منے کیو کر جانے سے؟"

غلام محمد بولیا۔

"رے ماں جایا۔ میں رام کنوار نائی کی چھوری چنداں سوں۔"

"کے کہیا" پہاڑی پوریانے آلے رام کنوار کی چھوری سے تیں چنداں

"ہاں رے ماں جایا۔۔۔۔۔"

"رے سکھڑیو۔ تھاراجائیو ستیاناس تھم نیں لگائی کی عجلت کافی لکھان کی ہمت

کیو کر کری۔ تھم نے جماعت علی نمبردار کے گھر میں جھاکن کی سوچی۔"

یو کہند اے دھڑام دنے سے چھال مار کے تلے آیا۔ کاندھے تے کپڑا اتار کے

چھوری کے سر پے دھریا اربانس کی لاٹھی سانجھ کے شروع ہو گیا۔ مڑی دیر میں

سانی سی کاٹ دی۔ کسے کے ہاتھ ار کسے کے پیر توڑ کے دھرتی پے ڈھیر کر دیے۔

گیل نے مڑن لاگیا تو ایک چیخ کے گیلان غلام محمد کی بھی دھاڑ نکلی۔

ایک کرپال کی نوک پاسو کی ماہنہ پاسو بیٹھ گئی۔ گیل نے چنداں کافی دیکھیا تو اس

کے ہاتھ کی تین انگلی گئی پڑی تھی۔ ہو یا نیوں کے ایک سکھ کی لات کے گیل

بندھیا کرپال پڑے پڑے نے کاڈیا ار غلام محمد کافی پوری طاقت گیل ماریا۔

چنداں یو دیکھیے تھی اربجلی کی ڈھال لپکی لیکن کریال اس کے ہاتھ کا کام کر کے

آگے نکلا اے ہو یا لیکن غلام محمد نے کریال کا ڈھ کے پرے پھینکا۔ ار وار

کرنٹے سکھ کے سر میں ایک وار کر کے سکھ کا کام تمام کریا۔ پھر الٹا ہوٹیا۔ چندا

کے پگڑی پھاڑ کے باندھی اپنا گات چاروں اور سے گھوڑی کی کاٹھی تلے سے کاڈھ

کے باندھیا ار گھوڑی پے آگے آپ بیٹھ کے گیل نے چنداں بٹھالی ار بولیا۔

"جماعت علی نمبردار سارے گام کارکھوالا سے بھان۔ بیٹھ۔"

دونوں بھان بھائی گام کافی ہو لیے۔ سلمیٰ غلام محمد کے پیار ا دیدار کی ماری تڑپ میں آندھی ہو رہی تھی۔ ایڈھی ٹھاٹھا تو سام کافی لکھا لکھا کے تھک گئی تھی۔ مغرب ٹائم ہو لیا تھا۔ اندھیرا ہوٹ لا گیا تھا آخر ماں سے مسواک توڑن کا بہانہ کر کے ایک چھری لیے باہر آئی ا ریکر کی بجائے پیل کے روکھ پے چڈھ کے تو سام کافی دیکھن لاگی۔ کئی دیر لگ نیوے بیٹھی راہ دیکھدی رہی پھیرا میدم توڑ گئی۔ اپنے آپ نے بولی۔

"غلام محمد رکے کوئی تو سام میں چاہے کچھ بھی ہو جے۔ سلمیٰ کا دل کرے تھا کہ اس سے اچھا تو واہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے جس کی باٹ میں یہ سو سال کا دن کاٹیا۔ اس نے تو پرواہ بھی کوئی۔" آخر تنگ آ کے تلے اترن اے لاگی تھی کے گھوڑی کی ٹالی سٹی ار واہ کچھ حوصلے میں آئی۔

سلمیٰ کا ارادہ تھا کہ وا دور تے اے غلام محمد کا دیدار کرن لاگ جے گی گھوڑی نہیڑے آئی سلمیٰ خوشی سے جھومن لاگی۔ یو کے نیڑے آندے سلمیٰ نے گھوڑے پے ایک بھی دو سواری دیکھن لاگی۔ سلمیٰ نے پھیر دیکھیا تو دوسری سواری عورت تھی۔

سلمیٰ بڑبڑائی۔ "یو غلام محمد کی بھان باجرہ تو بھی ہو سکدی۔ اگر وا ہوندی گیل ایک آدھا بالک بھی ہوندا۔ یو کون سے۔؟ سلمیٰ نے یہ سوچنا شروع کر یا۔

غلام محمد کے گیل یو اس کے کمر کے چاروں پاسے گھیرا ڈالے کون بیٹھی سے۔ بھی غلام محمد تیں میرا سے کسے اور کا بھی ہو سکدا جے نیو کرے گا تو سلمیٰ مرجے گی ا رگیلے اس سوکھن نے بھی مار دے گی۔ سلمیٰ کے اندر کالا واپوری طرح

پکدا جا رہا تھا۔ اروا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس نے غلام محمد پے بھروسہ تھا آج جد غیر عورت کے ہاتھ غلام محمد کی گات کے چاروں اور مجھ گھرے دیکھے تو وہ حسد کی آگ میں پاگل ہوگی۔

پیمپل تلے گھوڑی کے آندے اے سلی گرج کے بولی۔

"غلام محمد۔ نہی چھوڑوں اس سوکھ نے۔"

اس کے گیلے اسنے چھری جوڑ سے چنداں کافی پھینک دی اس سے پہلے کے چھری چنداں لگ پہنچندی سلی کی دھاڑ سن کے گھوڑی بدگی ار چھری غلام کے عین اس جگہ گھس گئی جڈھے تھوڑی پر دیر پہلے کرپال لاگیا تھا۔ ار اس کے گیل اے اسلی کی دھاڑ نکلی۔ اپٹے اوسان بحال نہی رکھ سکی اور دھڑام تے تلے آئی۔ سلی غلام محمد پلٹنا اپنی کوکھ کے چھرا کاڈیا۔ مڑ کے سلی کافی جاوے اے تھا کہ اندر تے مامی کی آواز آئی سلی غلام محمد نے ماں کا کہنا یاد آیا کہ مامے کے نہ جائیے۔ ایک پاسے سلی پڑی تھی اور ایک پاسے کوکھ سے خون کا پھوارہ پھوٹ رہا تھا۔ غلام محمد نے کبھی پے ہاتھ رکھیا گھوڑی سمجھ گئی کہ کے کرنا سے اس تے پہلے کہ مامی باہر آندھی اس نے چوکڑی باندھ لی۔ گام لگ پہنچدے غلام محمد کا گھٹا اے خون بہ لیا تھا گھر جاں کی بجائے پہاڑی پانی پور پانے میں جا کے پہلے چنداں گھر چھوڑی ار پھیر نڈھال ہو یا بارنے کے نیڑے کافی چالیا۔

رات ہوٹ لاگی تھی ار غلام محمد بہوڑ کے نہی آیا ماں کا دل بیٹھا جا رہا تھا بے چینی کے مامے بارٹے پے آکھڑی ہوئی تھی ہر آٹ آٹے کا گھوڑے کافی دیکھے تھی کہ یو غلام محمد ہوگا۔ گھٹی دیر کے بعد گھوڑی آ کے بارٹے آگے کھڑی ہوئی تھی لیکن غلام محمد کی گردن گھوڑے اور پر بچھی ہوئی۔

ماں نے تڑپ دے ہوئے کہا۔ "غلام محمد! غلام محمد۔ نیچے آیا ارماں کے قدام  
 میں ڈھیر ہو گیا۔ گیل اے اس کے گات کے بچے کچے خون کا پھوارا اس کے  
 گات سے نکلا ماں کے قدام میں پڑ کے غلام محمد نے ماں کہنا دہرایا۔  
 لعل لعل تو ہر کو کہہ سے لعل جلکت میں دو  
 ایک لعل سمندر میں ایک بھلی کوکھ میں ہو  
 اگلے دن گام کے قبرستان میں دو جنازے پڑھائے گئے ایک تو سلمیٰ کا  
 اردو سرا غلام محمد کا۔ ایک صدی گزرٹ کے بعد بھی ہریانہ میں یو کہانی زندہ سے اور  
 سارے غلام محمد نے آج بھی جین جو گیا کہہ سیں۔

## ایک سال میں تین جج

راؤ زاہد وارثی

میں ظہر کی نماج پڑھ کے لیٹن لا گیا تو حاجی صاحب کی کال آگئی 'بولے' چھوڑا! ایک  
بر میرے دھورے آئے۔

میں بولیا۔ "او کے حاجی صاحب! ایسے آیا۔"  
دس منٹ باد میں حاجی صاحب کی بیٹھک میں تھا۔

حاجی صاحب سے میرا بس تھوڑا سا ادبی ساء تعلق تھا۔ دیکھ میری چھٹی آٹے دن  
منے چھوٹے موٹے کام کہہ دیں تھے۔ (میں بھی کدے بھی ناپا تھا)۔

حاجی صاحب کلانور کے ایک پڑھے لکھے 'سیاٹی' عمر کے، ریٹائرڈ آدمی تھے۔  
گھٹے لگی تھے۔ اپنی پنشن کے علاوہ کچھ زمین کا ٹھیکہ بھی آوے تھا۔ دو بیٹے  
انجینئرنگ کرٹ کے بعد سعودی میں کسے آئل کمپنی میں ملازم تھے۔ حاجی صاحب  
نماج کے بعد سارا دن بس واٹس اپ پر گپ شپ کر دے رہندے۔ رانگڑی کے  
سانگی اراجچ حسینہ نے سن دے ار سن سنتا لیس کی باتاں کر کے اپنا ٹیم پاس کر  
لیندے۔

اللہ نے گنجائش دے رکھی تھی۔ تو پچھلے تیراں سالوں سے لگا تاراً حج کرنا لاگ رہے تھے۔ میٹھک مینھ اپنی حج آلی ساری فوٹو جمع تاریخ ٹانڈ پہ سجا سجا کے دھر رکھی تھی۔

ایک سات سال پرانی فوٹو میں بہشتن تائی بھی گیل تھی۔ ایک دن میرے پوچھے بناء حاجی صاحب نین بھتایا کہ یو ہمارا آخری کٹھا حج تھا۔ اس حج سے واپسی پہ تیری تائی بہشتن مرن گئی تھی۔۔۔۔

اُس دن میرے میٹھن پہ حاجی صاحب حال پوچھنے کے بعد بولے۔  
"چھورا!"

مہارے گام (انڈیا) سے واٹس اپ پہ ایک ہندو گیل گپ شپ ہوئی سے۔ اس نین مہارے پُکھاں کے پرانے گھراں کی فوٹو بھیجی سین ارایب! وا اورے کے (انکے بیٹے ہوئے) گھراں کی فوٹو مانگے سے۔ (میں ان کی ہاں میں ہاں ملاندا رہیا)  
پھیر بولے

"یار! میں سیدو آٹے گھر (ہندو آں کا بیٹا ہو یا) کی فوٹو بٹا کے بھیجنا چا ہوں سوں۔  
تیں میر گیل چالے گا؟  
میں بولیا۔ "جی جی، بتاؤ، کد جانا سے؟"  
بولے۔ "اے!"

موتیل ٹھایا ار چال پڑے۔

دس منٹ پیدل چالنے کے بعد سیدو آٹے گھر آئی گلی مینھ جسے ء بڑے۔ حاجی صاحب ایک بڈے سے ٹوٹے پھوٹے گھیر کا ہنی آنگلی کر کے بولے۔

جد ہندوستان سے آئے تو پہلاں ہم سندھ ما آئے ار پھیر مہارا بڈا بابا خانو پورے کُٹے نیں لے کے اِس گھیر میں آیا تھا۔ مہارے چاروں بابے نیپھو، باق، خانو ار لیلہ کی اولاد اورے آڈٹی تھی۔ (گپی طبیعت کی وجہ سے بولدے گئے)

پھیر سندھ سے نیو آگے کہ مہاری لائاں جو اورے لکڑ آئی تھی۔ حاجی صاحب ایک دم رک گے۔ اردھک دھوٹے ہو کے بولے۔ "یار یو تو ساراء گریا پڑیا سے۔" پھیر (بڑ بڑائے) منے بھی تو تیسویں سال ء ہو گے اس موہلے مینھ بڑے۔ میں حاجی صاحب کی ہاں مینھ ہاں ملاندا گیا۔

اوٹھے پنچے تو سید و آلا دو منزلہ گھر اُسا کا اُساء کھڑیا تھا جساکدے کسے نیں بٹایا تھا بس رنگ پھٹ گیا تھا ار اوپر لی منجل پہ بنے ڈیجائن کی لاکڑی دیمک نیں چاٹ لی تھی۔

لاکڑی کا دس بارہ فٹ اُچا بابا ہر آلا درواجا، جو اوپر جا کے گول ہورا تھا۔ اس کے کناریاں پہ چٹے چُونے کی پٹی مینھ سانپ ار باند ر کے مونہہ آٹے دیوے، دیوتاوں کی آدھ مٹی (لیلے ار لال رنگ میں) مورتاں تھی۔ دیلج مینھ دونوں کاہنی بڑے بڑے آٹے تھے۔ جن کے دو اٹے انھے رنگاں کی تیل بن ری تھی۔ درواجا آج بھی اتناء مجبوت تھا۔ چھوٹی چھوٹی پھٹیاں پہ موٹے موٹے پتل کے کیل ٹھوک کے ڈیجائن بنا رکھے تھے دوسیر کی موٹی سانکل تھی۔ ار اس پہ ڈھانی سیر کا تالا اُس ٹیم مہاری چڑک کڈھا رہیا تھا۔ تالا دیکھ کے میں بولا۔ "حاجی صاحب! اورے تو ڈھانی سیر پکے کا تالا لاگ رہیا سے۔ ایب کے کراں؟"

حاجی صاحب سوچ مینھ پڑ گے۔ (ار پھیر جٹا کچھ یاد آیا تو بولے)۔

"یو گیل آتا گھر مہارے کنبے کا سے۔"

بھائی نیا موکا۔"

"ان سے تالی پوچھ لیاں۔"

مل گی تو ٹھیک۔ نہی تو بارے آئے درواجے کی ایک فوٹو کھچ لیاں گے۔

(بڑبڑائے) "سیدو کے پیرا کت بگ گیا؟"

منے حاجی صاحب کے کہن پہ گیل آتا درواجے کی سائل بھائی۔ سیٹھیا ہو یا سا

پرائی کچی لاکڑی کا درواجا۔ کئی جگہ سے ٹوٹا تھا۔ اوپر کا تیل مل راکھیا تھا۔

بچھوڑے سینھ ٹاٹ آلی بوری کا پردہ سیم کے لٹکا راکھیا تھا۔ دیلج بھی اندر کا ہنی

نچی سی تھی۔

تیسرے (جور سے) سائل بھائی، اندر سے ایک کچور سی زنانہ واج آئی۔

"کون سے بھائی!"

حاجی صاحب نیں اپنا نام بھتایا ارنا مو کا پوچھیا تو (اسکے گھر آئی) تائی کیجاں بولی۔

"اندر آجو۔"

ہم اندر بڑے تو تین چار مرلے کے اُس گھر میں سب سے نکر میں باڑی کی چھٹیاں

پڑی تھی۔ جن پہ ایک بھوری سی مرغی شاید بول بول کے مہارا اوپر کرا کر رہی

تھی۔ لوے چکر میں ایک کھجی کے باٹ آئی ڈوہنگی سی کھاٹ پڑی تھی، جس کے

پسند آئے کھبے پاوے گیل ایک مرل سی دیسی بکری باندھی ہوئی تھی۔ اوٹھے اور

کوئے کھاٹ نہی تھی۔ گھر میں ایک کھوٹھرا تھا۔ جس کے گیل، بنا کوڑکی ایک

ڈوہنگی سی رسوئی تھی۔ کاتے دھوویں میں اٹی ہوئی، اینٹاں پہ اینٹاں دھر کے،

ایک بانس پہ کانے آں کا چہرہ سا گیرا لکھیا تھا۔ مہارے سے دیکھ کے جٹا تائی کے تو ہاتھ پیرے پھول گے۔ سوچدی ہوئی رکت بٹھاؤں؟ (شاید انکے گھر میں گھٹی دیر بعد کوئی بیٹو دکھیا تھا)۔

اسے بکری بندھی کھاٹ پہ میلا سا دھوٹا کھیس گیرٹ لاگ گی۔

میں کدے حاجی صاحب کا ہنی ار کدے تائی کے کاندے ہاتھیں کا ہنی دیکھ را تھا۔ حاجی صاحب نیں بکری لوے کے چکڑ سے سوگ سی آئی۔ اس ماری ناک ار منہ پہ رومال دھر لیا۔ تولی سی بولے۔ "ناں بھابھی کیجاں!"

"بیٹھنا نہی سے۔"

"یو سیدو آئے گھر کی تالی پوچھوں تھا۔"

"جے تھارے پہ سے تودے دیو۔ اندر کی فوٹو کھینچی تھی۔"

تائی کیجاں بولی۔

"حاجی بھائی! ینھ سیدو کے توکد کے جا کے شہر ینھ بس گے۔ ارتالی انھے ۲ پہ سے۔" پھیر (مڑی ہنس) بولی "بند گھر کی ماری ہم نے تو جن بھوتاں کا بھی کے ڈرے رہ سے:

حاجی صاحب (جان چھڑاندے ہوئے) بولے۔ "بھائی نیا موکا کے حال سے؟"

تائی (ٹھنڈا سانس لے کے) بولی۔ "چھ سال سے کھاٹ میں پڑیا سے۔ کے حال ہوٹا سے بھائی؟"

اتنے میں کو ٹھڑے میں تے ایک چھوری لکڑی اور اس میں حاجی صاحب سے  
چاچا کہہ کے سلام کر یا۔ حاجی صاحب میں سلام کا جواب دیا۔ سر پہ ہاتھ پھیر کے  
پوچھیا۔

"یو چھوری کوں سے؟"

تائی کیجاں (منہ پہ جوٹھی سی ہانسی لیا کے) بولی! "بھائی! تیری بڈی بھتیجی بلقیس  
سے۔"

ماں برگے پرانے لے آں میں، بڈی جیا سے لپٹی ہوئی، وا کوئی تیس تیس سال کی  
چھوری تھی۔ جس کے بے روٹھے منہ، ار اٹھے ہوئے بالوں میں تردی چاندی  
دیکھ کے، منہ فیصلہ کرں میں دکت ہوئی تھی کہ اس میں چھوری سمجھوں یا بڈی  
عمر کی عورت۔

خیر تائی کیجاں پھیر بولی۔ "بھائی یو بلقیس سے۔ جد تھارے گھر آیا کردے تو یو گود میں  
تھی۔ بھوری سی۔ سال ڈیڑھ کی۔"

حاجی صاحب (تیس برس پاچھے آٹا کچھ یاد کر کے) بولے۔ "اچھا اچھا! یو وا سے  
جس نے میں دھولی کہا کردا۔"

(ساتھ بولے) "کت یا ہی سے؟"

تائی کیجاں (ٹھنڈا سا سانس بھر کے) بولی۔ "کیو کر یا ہندی بھائی؟ تھارا بھائی چھ  
سال سے کھاٹ میں ۶ پڑیا سے۔ ار ایک کالے کے ٹھیکے کے سوا اور کوئی آمدن ۶  
کو نیا۔"

چھوڑے آئے تو ایب موٹر سینکڑوں تک مانگیں سیں۔ مہاری تو گنجائش کو نیا چھوڑی  
نیں دو بسترے ار کھاٹ دیں کی بھی۔ دوسری دو چھوڑی بھی جوان سیں۔ بس  
بھائی! اللہ کا ہنی ۛ دیکھ ری سوں۔"

حاجی صاحب بولدے گئے۔ "یو دھولی میری ساجدہ گیل کھیلیا کرے تھی نہ۔"  
ساجو کے تو ماشا اللہ تین بالک سیں۔ (حاجی صاحب نان سٹاپ بولدے گئے)"  
ساجو کا بڈلا چھوڑا تو اورے مہارے دھوری ۛ پڈھے سے چھٹی جماعت مینھ۔"  
حاجی صاحب تیج تیج بولدے بولدے یک دم کسے ڈوہنگی سوچ مینھ چلے گئے (شاید  
اندازہ لا رہے ہوں کہ چھوڑا چھٹی مینھ سے تو گیارہ سال کا تو ہوگا ار اس چھوڑی کا  
ایسے بیاہ ۛ بھی ہو سکیا)

حاجی صاحب سوچ مینھ تھے ار تائی کیجاں بولی۔ "بھائی! بیٹھو۔ چاہ بٹواؤں  
سوں۔"

حاجی صاحب کے مونہہ سے اووین ۛ "آں" لکڑ گیا۔  
تائی کیجاں چاہ بٹاں چال پڑی تو بلقیس آہستہ سے بولی۔ "ماں! کھانڈ تو سے ۛ نا۔"  
منے یو سنیا تو تولی سی کہہ دیا۔  
"تائی! پھو کی چاء بنا لیا۔"  
مہارے دونوں کے سوگر سے۔

تائی کیجاں نیو بڑ بڑاندی ہوئی رسوئی کا ہنی چال پڑی۔  
"کسی نامراد ہماری سے یو سوگر بھی۔ نہ بالک دیکھدی نہ بڈھا ٹھیرا۔"

تائی کچاں کا ایک پیر ایسے رسوائی سے باہر تھا کہ کوٹھڑے کے اندر سے چھوٹی بیٹی کی گھٹی گھٹی واج آئی۔

"ماں! دودھ تو باپ کی دوائی دین جو گاء سے بس۔"

اس بر شاید حاجی صاحب نیں بھی سُن لیا۔

پھٹ تائی کچاں سے بولے۔ "نہ بہن! چاہ رہن دے۔ منے نماج نیں دیر ہو جے گی" (اس وقت کسے نماج کا ٹیم ء نہی تھا)۔

یو کہہ کے حاجی صاحب میرا ہاتھ پکڑ کے تولی تولی اوٹھے سے لکڑ پڑے۔

منے پوچھیا۔ "حاجی صاحب واہ فوٹو نہی لیٹی۔ سید و آٹے گھر کے درواجے کی؟"

میں پھیر بولیا۔ ایسے تو وہابیاں کی عصر کی اجان کا ٹیم بھی کونیا ہویا جی۔

حاجی صاحب چپکے سے تیج تیج ڈگ بھر دے، میرے اگے اگے چوک تک آئے۔  
ار (چپکے نیں مونہہ کر کے) بولے

"چھورا! تیں ایب گھر جا۔ میں دھک دھولا تھا کہ آج بر کے حاجی صاحب مینے پہلاں نہی دیکھے تھے۔"

اُس دن کا حاجی صاحب کا رویہ دیکھ کے میں گھٹی دیر لگ اچنبے مینہ رہیا۔ فیر سوچیا عصر کے ٹیم میجت مینہ بات کروں گا۔ منے دیکھیا تو، عصر کے ٹیم میجت مینہ بھی حاجی صاحب کونی تھے۔ حالانکہ اگلی صف مینہ کئی بر تو تکیہ بھی آپی ء کہویں تھے۔

خیر میں انھے سوچاں مینہ گم میجت سے گھر کا ہنی آ رہیا تھا کہ حاجی صاحب کی کال آئی۔ ارنیو کہہ کے جلدی سے فون کاٹ دیا، کہ میرے کوے ایسے آ۔

میں سوچدا سوچدا آگیا تو بیٹھک مینھ بیٹھے چاہ میرے باٹ میں تھی۔ ار میرے پوچھن سے پہلاں ء حاجی صاحب نیں بھتایا کہ آج نماج بیٹھک مینھ پڑھ لی۔ (آج حاجی صاحب مینھ پہلاں جسا کرنٹ کوئی تھا)۔

میرے دماک مینھ ایک ء سال تھا کہ آبد کے پہلی صف مینھ نماج پڑھن آلے حاجی صاحب نیں آج کیوں بیٹھک مینھ نماج پڑھی تو اسکا جواب منے حاجی صاحب کی لال ہوئی انکھاں سے مل گیا۔ میں بیٹھک میں آیا تو حاجی صاحب نیں کچھ کا گچ کاڈھے شاید مینھ اس سال حج آلے کا گچ تھے۔ کٹھے کر کے جٹا آخری بر دیکھے، پھیر (کا گچاں کا ہنی دیکھ کے) نکر میں پڑی لاکڑی کی الماری کے اوپر، عین چھچھے کر کے ٹیک دیے۔ ار ایک لال سار جسٹر کاڈھ کے لے آئے۔ روٹی کے بھاء سے لے کے گھر مینھ برتن آلی سب ء چیمیاں کی قیمت پوچھی۔

میں (اندازے لیل) بولد اگیا، مینھ لکھدے رہے۔

آخر مینھ موٹر سائیکل کی قیمت بھی پوچھی تو میں سمجھ گیا کہ آج حاجی صاحب نیں بیٹھک کے کواڑ موند کے کوئی نماج پڑھ لی۔

ٹوٹل کرن کے بعد اٹھ کے چیک بک کاڈھی، ایک چیک بھریا اور میرے سے بولے۔ تولی جا! ار پتہ کر کے آبھا بھی کیجاں نیں بڈٹی چھوری کاکتے رشتہ کر راکھیا سے کہ ناں؟

پندرہ دن بعد بلقیس کی برات آئی تو بالک چٹک بلا کے کوئی سو مائس براتی ہونگے۔ حاجی صاحب نیں اگے ہو کے آپ سمند ملاوا آلا سوٹ دُلھے کے پھوپھے سے پکڑایا۔

برائیاں نیں روٹی کی بہت بڈائی کری۔ چھوری کے سمان مینھ موٹر سینکل ٹرک  
مینھ پاحھے سی ء دکھ رہیا تھا۔

برات واپس گئی۔ اچھی روٹی پکاں کیوجہ سے حاجی صاحب نیں نانے سے حساب  
کتاب فارغ کر دے ٹیم دو ہزار انعام بھی دیا۔ میں بھی لوے ء کھڑیا تھا۔

حاجی صاحب کچھ عجیب سی خوشی مینھ بڑ بڑارے تھے۔ میرے سے بولے  
چھورا!

ایب کے توجج پندرہ دن مینھ ء ہو گیا۔ ارلا کے قبول بھی ہو جے گا۔

(تھوڑی سی مسکری گیل موڈھا بھیج کے) بولے۔

"ارہاں۔ گوڈے بھی ٹوٹن سے بچ گے۔"

(مطلب سفر کی کھچل سے بچ گے)

منے ہاں مینھ ہاں ملا دی

اُن کا ہاتھ ایسے میرے موڈھے پہ ء تھا۔ بولے

بیٹا! اس طریقے تو میں اکیلا ایک بر میں دو حج بھی کر سکوں۔ میں بولیا۔ "حاجی

صاحب میں سمجھیا نہی۔"

تو (ہنس کے) بولے۔ "جائیٹا! ار بھابھی کیجاں نیں کہہ دے" اپنی چھوٹی دونوں

بیٹیاں کا رشتہ تو لی ٹوہ لے، منے اسے سال دو حج اور بھی کرٹے سیں۔ پھر جندگی کا

کے بھروسہ؟"

## مہار ا پاکستان

راؤ زاہد وارثی

پیر آئے دن فجر کی اذان کے بعد مہارے گام کی میسجت مینے "خانوں ولد نیپھور مے آئے" کی فوتگی کا اعلان ہویا، سارے 'دھک دھوٹے' تھے کہ پورے گام میں رَمبے کا تو کوئی گھر نہی سے۔ پھیر یو اعلان کس کا ہویا؟ سارے مائس مونہہ 'باء' کے ایک دوسرے سے بو جھن لاگ رے تھے۔ یو بات نمبردار کے علاوہ صرف ہم چار پانچ خنے آن میں یرا تھی۔۔۔۔

قافلے کا مونہہ پاکستان کا ہنی تھا پر دل ایسے بھی پاچھے ایٹے گام مینھ گھر کے "کاندھ کوٹے آن" گیلیاں جچھی گاہل گاہل رو ریا تھا۔ نیارے دیس کا 'چاء' اپٹی جگہ پر ایٹے باپ دادے کی نسنیاں، گھر بار، ڈھور ڈانگر ار فصلاں چھوڈٹ کا دکھ بھی گیل گیل ء تھا۔ آنکھاں سیا مھی ایٹے چاچے تائے ار بھائیاں کے کٹن کا ار جوان "باہن، بووا کی عزت لٹن" کا دکھ بھی کا لچہ پاڑے تھا۔ چالده چالده سیر ہوٹ آلی ہوئی تو بابے شوکت نیں ایک "پپیل کے درکھت" تلے کووا دیکھ کے قافلہ روک دیا۔ میں سمجھا کہ پائی بھر ٹا سے۔ بر باؤ نیں گاڈے پہ سے توی توی بو

واریساں تاری ار بھائی لائے نے بو بو گڈو۔ ار دیکھدے ۽ دیکھدے اُنہاں نیں  
 دونوں "دھی دھیائی" ٹھاکے کووے کا ہنی بھاجن لاگیا تو میرے گرل کی واج سے  
 میں جسا تڑپھ کے کووے کا ہنی بھاجن لاگیا تو میرے مونہ پہ اپٹا ہاتھ رکھ کے،  
 گھٹ گھٹ روندی ہوئی میری ماں نیں، دوسرے ہاتھ گیل میری بانہہ کس کے پکڑ  
 لی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یو قیامت "چاٹ چک" نیں ٹوٹی بلکہ سب کی بابے شوکت  
 گیل پہلاں ۽ بات ہولی ہوگی۔ راہینھ ہندو بلوائی "جوان دھی دھیائیاں" کی عزت  
 کا ہنی نیوڑیں تھے۔ اس ماری اپٹے ہاتھ سے مارٹی بڈھیا جائی۔۔۔۔۔

مفتے آئے دن میں کام پہ سے گھر آؤں تھا: موٹے میں بڑی ۽ تایا ستار ملیا۔ اس نیں  
 "ہانسی گاہل کے" بتایا کہ آج پھیر وا تھارا "بابانٹا" لٹھ لپکے کسے کے دوائے ہو رہیا  
 تھا۔ ار مونہ سے کے بولیا بھی سے۔ تائے نیں اور بھتایا کہ بابانٹا ستر سال مینھ یو  
 چوتھی بر بولدا سیٹھا سے۔

"بابے ننتے" کی عمر اسی سال سے اوپر ۽ تھی۔ منے جد سے سودھی  
 سمجھالی تھی۔ میں بابے ننتے نیں اسے ڈھال دیکھ رہیا تھا۔ ایب میری عمر بھی  
 چالیس سال ہولی تھی۔ بابانٹا آٹ بول تھا، گام کے سارے مٹس اُس نیں گونگا ۽  
 جاٹیں تھے ار نیوں جاٹیں تھے کہ یو (مھارے کُٹے آئے) نمبردار "مراڈی" کا بڈا بھائی  
 سے۔ بابانٹا نمبردار کے گھیر مینھ، بیٹھک کے پاتھے ایک چھوٹے سے کوٹھڑے  
 مینھ رہیا کردا۔ ایک ۽ طریاں کا دھولا دھوتی گرتا پھرے پانچوں یم نماز پڈھ آندا  
 جاندا دکھدا۔ مھارے تائے ستار کی عمر بھی ستر پنچتر سال ہوگی۔ تائے نیں اُس  
 دن اور بھتایا کہ بابے ننتے کا اصلی نام تو کے بیرا کے سے؟ یو "ننتا" نام تو نمبردار  
 کے باپ "تیا جولا مے" نیں اس تے دیا تھا۔ گدر کے بکھت بابے ننتے کی عمر دس

باراں سال تھی۔ اس کے کنبے کا یو ایک ء ماٹس بچ کے اورے لگ پہنچا تھا۔ یو راہ مینھ کتے بے ہوس پڑیا تھا، پچھلے قافلے آٹے ٹھا کے لے آئے۔ ملتان کیمپ مینھ جد ہوس آیا تو ایک فوجی نیں اس پہ اس کا نام بوجھیا تو کچھ بول ء نہی سکیا۔ نمبردار نیا جو لامبا لوی ء کھڑیا تھا۔ تولی سی بول پڑیا۔

یو مھارا چھورا سے، اسکا نام مناج" سے"

جد سے اُس نیں سارے "منتا منتا" کہنی لاگ گے ار نمبردار نیا جو نیں یو اپٹے گھر اپٹا بیٹا بٹا کے راکھ لیا۔ بہشتی نیا جو نیں اپٹے میٹے "مُردلی" ار اس مینھ کے فرق نہیں کریا تھا۔ اس نیں جسا اپٹے سکے میٹے مُردلی سے کھوایا پھرایا، مِنس اُساء بابے منتے سے۔

ہم دیکھاں تھے کہ بابے منتے کی صدا سے یو عادت تھی نماج پڈھدا ار سِدھا اپٹے کوٹھڑے مینھ آکے لیٹ جاندا۔ جد کوئی روٹی لیا کے ٹیک دے تھا تو کھالے تھا، مانگے نہیں تھا چاہے دوسرا پھر ہو جاندا۔ نمبردار بھی اسکی روٹی لےتے کا دانواں دھیان راکھے تھا۔۔۔۔

بابا منتا پھیر بولیا۔

پانی میں گرٹن کے کچھ دیر بعد ء منے اپنی بوبو گڈو ار بُوارِ ء یساں کی آخری چیکاں سُنی۔ مردے مردے بھی کہہ رہی تھی۔

ہائے باپو! ہائے رے میرے۔

گھٹی مُسکل سے جان لکڑی۔ بابا شوکت نیں کووے کاہنی اپٹے کان دھر راکھے تھے جد پانی مینھ حرکت تھم لی تو بابا شوکت بولیا۔

چالو لکڑ لیو۔ پنہرام ہو لیے۔ مری سیں ینھ دونوں۔"

بابا شتا پھیر (اپنی بُوا ار باہنیں یاد کر کے) روند ا رہیا۔ عشاں کی اذان کا کر کے کے تھمیا۔ اذان کے بعد بابا شتا بولیا۔

"میری بُوا ار بو بو کے مَرٹ کا سُن کے میری ماں کے تو غشی آگی ار واگاڈے ینھ گرگی باپو نین سمبھالی۔ بھائی لالے نین جلدی سے پھیر اپٹا ہاتھ میرے مونہ پہ ٹیک دیا کہ میں چیک ناں ماردیوں جو بلوائی سُن لیں۔ اُس بکھت باپو کی آنکھ پاتھر ہو رہی تھی ار مَنے واجماء مریا ہو یا لا گیا۔ انکھاں ینھ آنجو بھی تھے پَر پچارا رو نہی سکے تھا۔ باپو نین بووا رسیاں بوہت پیاری تھی۔ وانیو کہ بووا رسیاں باپو کے بیاہ سے ایک سال پہلاں ء تو پیدا ہوئی تھی ار بووا رنیساں ایسے چھ مہینے کی تھی تو میری دادی مر گئی تھی اسے ماری باپو کی عمر جد مُسکل سے پندراں سال تھی تو میرے بابے نین باپو کا بیاہ کر دیا تھا کہ میری ماں نین باپو گیل رَل کے میری بووا رنیساں بھی اپنی دھی جس طرں پالی تھی۔ ہائے آج کس حوصلے گیل آپ ء کووے ینھ گیر دی، باپو آپ بھی اس بکھت چنہ لاہس ء دکھے تھا۔

قافلہ چال پڑیا۔ بھائی لالے نین میرے مونہ پہ ایب لگ ہاتھ ٹیک رکھیا تھا۔ دن کامڑا سا چاندٹا پھوٹیا تو جوان مرد ایک بر پھیر لٹھ لے لے اگلے پاسے کٹھے ہوٹ لاگ رے تھے جو کہ اس بات کی نسانی تھی کہ آگے پھیر کوئی جوڑ پڑٹ آتا تھا۔ بلوائیاں کے پچھلے حملے ینھ پُھ وچھے دنیو کی ایک بانہہ کٹ کے الگ ہو گی تھی۔ موڈھے سے لہو چال رہیا تھا۔ باپو نین ماں آئی اوڈھٹی کی پٹی بھی کس کے باندھی پر لہو چالدا رہیا۔

کیجاں گاڈے کے پچھلے پاسے "آدھ مری" پڑی تھی اسکے سر سے گھٹاں ۽ لہو لکڑ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں کیجاں مری تو بابے شوکت میں بس دو تین منٹ گاڈا روکیا۔ باپو میں راہ سے ہٹواں "مڑی ڈھڑی" ماٹی کٹھی کر کے اس میں کیجاں دابی اراگے چل پڑے۔

گاڈے آں میں چھو لے ارگڑ تو تھا پر "کھاٹ پیٹ کی ہوس" کسے میں نہیں تھی۔ بس بالک چیلک دودھ پانی پی لیں تھے۔

دن لکڑیا تو پھیر بلوائی قافلے پہ ٹوٹ پڑے پچھلی لڑائی میں مامے ہسنو کے ٹا بر میں سے کوئی نہیں بچیا تھا۔ ایب کے والٹریاں میں آگے تھا۔ تھوڑی دیر میں لڑوے ہوئے وابھی مرلیا۔ ہم میں وابغیر دفنائے آگے لکڑٹا پڑیا۔۔۔

مفتے میں جد میرے تائے ستار میں یو بتایا کہ آج ظہر بکھت بابا منتا لٹھ لے کے دھنواٹے اکرم کے سر ہو رہیا تھا۔ اکرم اپنی سات آٹھ سال کی روندی بیٹی کی "بانہ پکڑے" گھر کا ہنی کچے لیا رہیا تھا۔ اُسکی بیٹی نواں سکول بیگ لین ماری "براٹ" کر رہی تھی، یوں دیکھ کے بابے منتے میں بیرانی کیوں اکرم پہ غصہ آیا اروا اکرم کا ہنی لٹھ لیکے نیوڑیا (یوسن) کے منے اچنبھار سا ہویا۔ ار میرا جی کریا کہ میں بابے منتے سے ملوں، بوجھوں کہ واولدا کیوں نی، کس طرح پاکستان پہنچیا۔ اس کے کٹبے کے باقی ماٹس کت سین؟

اگلے دن میری اتوار کی چھٹی تھی ار میرے یار شکیل ار قاسم میں بھی مہارے گام میں آتا تھا۔ ہم تینوں، مغرب ٹیم تائے ستار میں گیل لے کے، بابے منتے نوے پہنچ لیے نمبر دار کے گھیر میں کھبے پاسے بیس تیس ڈانگر بندھ رے

تھے۔ ار سب سے پا سے بیٹھک کے پاچھے، بابے ننٹے آا چھوٹا سا کوٹھڑا تھا۔ ہم کوٹھڑے مینھ آئے، اوٹھے ایک ء کھاٹ پڑی تھی جس پہ بابا ننٹا لیٹیا پڑیا تھا۔ کھاٹ کے لوے تین اینٹاں پہ ایک گھڑا رکھیا تھا۔ گھڑے پہ پیتل کا ایک گلاس تھا۔ گھڑے لوے اے ایک پالڑی پڑی تھی جس مینھ ایک پوٹا ار خالی کٹوری پڑی تھی، (بابے نیں ابے روٹی کھائی ہوئی) درواجے لوے سیمنٹ کی کئی خالی بوریاں پڑی تھی۔ تایا ستار نیں کھاٹ پہ سے بابے کی لائھی ٹھا کے بھیت گیل کھڑی کردی ار پیندھ پہ بیٹھ گیا ہم نیں سلام کریا، بابے نیں مھارے سلام کا کوئے جواب ء نہی دیا۔ اُس کوٹھڑے مینھ قبرستان برگی خموشی تھی۔

منے کوچھ سات بر بوجھیا

"بابا جی بولوتو، تھارا اصل نام کے سے؟ انڈیا سے کس طراں اورے لگ پنچے؟" پر بابا نہی بولیا۔ اتنے مینھ میرا چھورا "احمد" بھی میرے پاچھے پاچھے اوٹھے ء آیا ار آندے بولیا "ابو ابو گھر آجا" "بُوا" آئی سے۔

ہم جو گھنی ء دیر کے بابے نیں بلاٹ کی کوشش کررے تھے پر بابا نہی بولیا۔ میرے پیٹے کے مونہہ سے لفظ "بوا" سُن کے بابا ننٹا دو تین بر بولیا۔

"بُوا۔ بُوا۔ میری بُوا رِیساں"

ار بابا پھیر چھوٹے بالکاں کی ڈھال "چرلی" مار مار کے روٹ لاگ گیا۔ جد پانچ سات منٹ لگاتار روند ا رہیا تو ہم کے پریشان سے ہو گے کہ اورے آکے شید ہم نیں غلطی کرلی۔ پر پھیر سوچیا کہ آج اصل بات لے کی ء جاں گے ار مڑے اور جم

کے بیٹھ لیے۔ منے اپٹا بیٹا احمد نیو کہہ کے واپس گھر بھیج دیا۔ "تیں جانیٹا! میں کے دیر سے آؤں گا۔"

-----

بابا جدرو کے بیٹا تو بولن لا گیا۔ (ہم جس ماٹس نیں کئی سال سے گونگا سمجھاں تھے۔  
 واولد ادیکھ کے "دھک دھولے" بھی تھے ارڑے خوش بھی)۔  
 بابا بولیا

"میرا نام 'خانؤ' سے۔ ار میرے باپ کا نام 'نیمھو' تھا۔ مھارا گام رَمبا تھا۔  
 (پھیر بابا منتا لگاتار چار پانچ گھنٹے روند ا رہیا اربولدا رہیا۔ پھیر ہمیشہ واسطے چپ  
 ہو گیا)۔

بابا منتا بولا

"ہندوستان میںہ رَمبے گام میںہ مھاری زمین تھی۔ "گھر بار" اریس بائیس ڈھور ڈانگر  
 تھے۔ مھارے موحلے میں کچھ گھر ہندوآں کے بھی تھے۔ ہم کئی نسلاں سے اُن  
 گیل 'گھل بل' کے رہن لاگ رے تھے۔ مھارے گیل آٹا گھر بھی ایک ہندو  
 "کیر" کا تھا جس نے ہم تایا کہیا کر دے۔ مھارے بیج دھرم کی بھینت نیچی تھی ار  
 پیار کی "پینگھ" اوچی تھی، ہم نیں لاگے تھا کہ اصل میںہ "ماٹس کی محبت" میںہ اللہ،  
 بھگوان ارایشوریلے سے "باپ ایکلا بھائی تھا تو ہم تایا کیر نیں سگایا ء سمجھاں  
 تھے۔ تائی 'من بھری' بھی میری ماں کی باہن ء بی ہوئی تھی۔ عید ہوندی یاد  
 دیوالی، شب رات ہوندی یا رنگولی۔ ہر تھوار پہ دونوں گھراں کے بالک حلوہ، کھیر  
 ایک دوسرے کے گھر لیاندے۔ وینھ صرف مھارا پکیا گوشت نہی کھاویں تھے

باقی تو ہم دال سبزی ایک دوسرے سے لیا کر اں تھے۔ تانے کی کوئی بیٹی نہی تھی۔ ایک ء "اندھڑک سا" بیٹا سندپ تھا جس نے سارے "پیو" کہیا کر دے۔ مہارے ار اُنکے کچے گھراں کی بیچ کی کچی بھینت مینھ لنگھن کا ایک راہ بھی چھوڑ راکھیا تھا۔

پپو، میں، بُوارنساں ار گڈو اُنکے بیہڑے مینھ، نیم نچے کھیلدے رہندے۔ بھائی لالہ گھر کے سامنے کھیت کے کام میں جڈیا رہندا۔ تانے کبیر کا ہیت بھی گیل ء تھا۔

تایا کبیر میری باہن گڈو نیں اپنی دھی سمجھ کے خوب لاڈ کرایا کردا۔ اُس نیں اپٹے نیم پہ گڈو واسطے اوچی پینگھ باندھ راکھی تھی۔ میری عمر اپس بکھت دس باراں سال تھی ار گڈو میر سے دو سال بڈی تھی۔ بووارنساں کی عمر ستاراں اٹھاراں سال تھی۔ اُسے سال بُوا کا بیاہ بھی تھا۔ ہم نیں پُھٹی کی فصل ٹھاٹ کے بعد کے دن دھر راکھے تھے۔ برواٹے کے رُدکھیاں مینھ مانگ راکھی تھی۔ گڈو بھی اُس کے دیور کی ء دیٹی کر راکھی تھی۔ اُن دناں مینھ، کسے کسے گھر میں ریڈوا ہووے تھا۔ اپٹے مسلماناں کے نیارے دیس کی خبراں تو کئی مہینیاں سے سُن لاگ رے تھے۔ نوے دیس کا سُن کے خوشی تو ہوے تھی پر جی سا بھی کُٹے تھا۔ کہ کس طراں، اپنا سب کے چھوڑ کے، ایک الگ دیس مینھ جا کے بساں گے؟

یو بات بتاندے بتاندے بابا بنتا پھیر روٹ لاگ گیا۔ (منے گھرے مینھ سے پانی کا گلاس بھر کے بابے سے دیا)۔ بابے نیں ایک دُوہنگہ لمبا سانس لیا اور پانی کے دو گھونٹ بھر کے، کامبدے ہاتھاں گیل گلاس اُلٹا پکڑاندے ہوے بولیا !

"جس دن ہم انڈیا سے لکڑے، سانجھ سی تایا کیر گھرایا ہو یا مہارے گھر آیا تھا۔  
 باپو ڈانگراں میں سانی گیرے تھا۔ اربھائی لالہ لاکڑی چیرٹ لاگ رہیا۔ ماں لاٹ  
 واسطے سبزی بٹاوے تھی۔ میں بو بو گڈو گیل ماں کے لوے ۽ رسوئی مینھ کھڑیا  
 تھا۔

تایا کیر سدھا رسوئی مینھ ۽ آیا اربو بو گڈو کے سر پہ دونوں ہاتھ رکھ کے (ایک ۽  
 سانس میں) ماں سے بولیا۔

"بھابھی بھابھی!"

"بھائی نیچھوکت سے؟"

"تھم تولی تولی لکڑن کی تیاری کرو۔"

ماں دھک دھولی ہو کے بولی۔

"رے پیرا کیر!"

"کت لکڑن کی تیاری کراں؟"

باپو بھی سانی چھوڈ کے تائے کے لوے آلیا تو تایا بولیا!

"بھائی! آج ریڈوے پہ خبر چالی سے کہ تمہارا مسلماناں کا نیارا دیس پاکستان بن  
 گیا۔ سارے گاماں سے گاڈے پاکستان کی اوڑجارے سین۔ کوئی ریل بھی جاری  
 سے پروا "کلا نور" ار "لالہلی" کاہنی کو لکڑے گی۔"

سارے گاماں مینھ مسلماناں کی "کاٹ باڈھ" سزو ہولی سے۔ اورے بھی کچھ ۽ دیر  
 مینھ، ہندو آہیں گے۔ سفر واسطے جروری سمان باندھو۔ تھم میں ایسے لکڑٹا

سے، میرا پوت پیو گھیر ینھ تھارا گاڈا جوڑا گیا سے۔ یو سُن کے ماں کے توبا تھ پیرء پھول گے۔

تایا پھیر بولیا

"میں گھر سے تھارے کھاٹ پیٹ ماری کچھ بندھواؤں سوں۔ تھم تیاری کرو۔ تائے کیرنیں روندے روندے نیں باجی گڈو کا ماتھا چومیا۔ اراں طراں دکھی ہو کے (گل گیل لاکے) رویا جس طراں کوئی باپ اپنی ایگلی بیٹی نیں پدا کردے ہونے رویا کرے۔

تائے نیں بھاج کے مھارے درواجے کی اندر سے سانکل ار کُنڈی میں گلیل کی ساہنگی پھسانی۔ توئی سی بھینت پہ کو ابٹے گھر گیا ار راہ واسطے کچھ گڑا ر چھو لے بندھوا لیا یا۔

اتنی ہاٹ ینھ باہر گلی ینھ کے گدر سا ماچ لیا تھا جو کے اور نیڑے ہوندا آ رہیا تھا۔ تایا کھاٹ پیٹ کے سمان کی پٹو کلی گیل دولٹھ بھی لیا یا ار جساء و ابھیت کے اوپر کو مھارے گھر واپس کودیا۔ دو تین بلوائی بھی باہر آلی بھینت کے اوپر سے گھر ینھ کو د لیے، تایا کیر لٹھ لے کے ان کے سامٹے ہولیا۔ ان میں سے ایک ہندو تائے کیر نیں جائے تھا۔

وا غصے ینھ بولیا۔

"کیرے! تیں آج ان "سُسلے آں" کی اوڑ ینھ نہ آوے۔ ار ابٹے گھر جا! باہر مھارا پورا گام سے۔ آج ہم انھاں نیں کاٹ باڈھ دیاں گے۔"

تایا گرج کے بولیا۔

"اوتے! پیری! کئی نسلاں سے مہارامرٹا جیٹا کٹھا ہے۔ میں اپنے جیندے جی اس ٹاٹر کے کچھ نہیں ہوٹ دیوں۔ تھم پچھے ہٹ جو، ار ان نے ان کے دیس "پاکستان" جاٹ دیو۔"

ماں نیں "چاٹ چک" یو گھمساٹ دیکھ کے میر سے ار گڈو سے اپنے پاتھے لھکویا۔  
بُوواریساں اندر کوٹھڑے مینھ تھی۔ ماں کے کہن پہ بُوواریساں نیں اندر سے  
سانکل لالی۔ بھائی لالے ار باپو نیں بھی لٹھ ٹھالیے تھے۔  
تاتے نیں پاتھے مونہہ کر کے باپو سے کیا۔

"بھائی! تھم نیں تھارے اللہ کا واسطہ۔ بھابھی ارباٹکاں نیں لیکے گھیر کے پچھلے  
رستے سے، گاڈے کاہنی لکڑو۔ میں ان پیریاں نیں آپ روک لیوں گا۔"  
تایا کبیر اپنی لاٹھی تاتے کھڑیا تھا۔ پر اُسکا دھیان مہارے کاہنی تھا۔ پُپو بھی  
گاڈے پہ سانی گیر کے آیا۔ ایب اُس کے ہاتھ مینھ بھی لٹھ تھا۔ اتنی دیر مینھ اور  
زیادہ بلواتیاں نیں بھینت پہ سے کود کے ان دونوں باپ بیٹیاں گیل لڑائی سزو  
کردی۔

تایا کبیر گات کا بھی تکڑا تھا۔ ار اوں بھی پورے گام مینھ "لٹھ باز" مشہور تھا۔  
لڑوے لڑوے تاتے کبیر نیں آخری باری باپو کاہنی دیکھ کے ہاتھ اسارے سے باپو  
کے سے رخصت کر دیا۔ میرا بھی پاتھے سے ان کا کے بیٹا ہوگا پر گاڈے تک  
مہارے پاتھے کوئی نہیں آسکیا۔

باپو منے، بُوو، ماں ار بُوو گڈو نیں لے کے گاڈے لوے آیا۔ باپو نیں بُوو کے بیاہ کی  
تیاری ماری کچھ ٹوٹاں بُوو راکھی تھی۔ ماں تول مینھ وینھ بھی نہیں ٹھاٹ پانی۔ تولی

سے سارے ماٹس گاڈے مینھ بیٹھ لیے تو بھائی لالے میں چنے ار گڑ آلی پٹو کلی بھی  
ٹھاکے گاڈے مینھ دھری۔ گاڈے تک آندے آندے مغرب ہوئی تھی۔ اُن دنوں  
مینھ بجلی تو تھی نہی۔ ٹولی اندھیرا ہو جے تھا۔ گاڈے لوے ماما سپیا ار مامی جمیلہ  
چھوٹے بیٹے رسید میں لیکے آئے کھڑے تھے۔ منے جد مامے کا بڈا بیٹا فرجنده ار بیٹی  
بیسو کوئی دیکھے تو مامی سے اُن کا بوجھیا۔

مامی بولی !

"بلوائی مھارے گھر کود گے تھے۔ مینھ ۶ بیسو کی عزت کا ہنی نیوڑے تو میری بچی  
نے اپنے بیٹ مینھ چھرا مار لیا ار مر گئی۔ میرا پوت فرجنده دس ماٹساں گیل ایکلا  
لڑوا لڑوا مر یا ہائے! کسے بد نصیب میرے لعل! ہم تو انکی لاہس بھی نہی ٹھاٹ  
پائے۔

یو بتاندے بتاندے مامی جمیلہ چرٹی مار کے روٹ لاگی۔

بابا شوکت مھارے کٹبے کا ٹلے دار تھا ار اس بکھت کئی گاڈے آں کے مھارے  
اس کا فلفے کا بڑا بھی۔ اس میں پاکستان کا ہنی جاٹ آئے رستے کا بھی میرا پاڑ لیا  
تھا۔ بابے شوکت میں مامی جمیلہ سے روٹ نہی دیا کہ بلوائی نہ سُن لیں۔ جلدی سے  
ماٹس ار ان کی گٹھڑیاں گاڈے مینھ لاد کے چال پڑے۔ مھارا کتا بھی گاڈے کے  
نچے گیل گیل تھا۔ تائے میں بلد کے گل مینھ سے ٹلی کھول کے بگادی کہ راہ مینھ  
شور نہ ہووے۔

مھارے گاڈے مینھ مھارے ٹابر کے علاوہ مامے سپے ار مامے حسنو کا ٹابر بھی تھا۔  
قافلہ چالیا، چال دے چال دے رات کا پہلا پھر ہو گیا تھا۔ اندھیر رات تھی ار "اٹ

دیکھا "راہ تھا۔ راہ کے دونوں پاسے تل ار جھونے کے کھیتاں مینھ کتے کتے کوئی پچھنا دکھ جے تھا۔ گڈو نے پچھنا پکڑن کا بوہت شوق ہووے تھا۔ گاڈے کے ریڑے آں کی "چیں چیں" کی واج گیل، (ایٹے آں کے دکھ میں)، لگائیاں کی گھٹی گھٹی روٹن کی واج بھی تھی۔ راہ دونوں کاہنی اگے اگے ٹڈی بولے تھی ار جد گاڈا اوٹھے پپنچے تھا چپ کر جے تھی۔ کدے کدے قافلے کا کوئی بالک رووے تھا یا دُور کسے گام مینھ کسے کتے کے بھونکن کی واج تھی، اس کے جواب مینھ مھارا کتا بھی بھونکن کی کوشش کردا تو بھائی لالے کی "چھی" کرن سے چپ ہو جاندا۔ پھیر راہ مینھ قافلہ مڑاڈٹیا، مردانڈی کے گیل بہرہ دین لاگ گے ار لگائیاں سے کہیا کہ تولی "جنگل پانی" ہولیو۔ پھیر قافلہ چل پڑیا۔ ایسے تھوڑی ء دور گئے تھے کہ اگلے گاماں کے بلوائیاں نین حملہ کر دیا۔

مھارے قافلے مینھ ایٹے ایٹے ٹابراں گیل چاچا لیلہ، چاچا دھو لو ار چاچا مینو بھی تھے۔ بلوائیاں نین چاچا لیلے کے پیٹ مینھ چھرا مار کے اوٹھے ء مار دیا۔ (ہم اس نین اس کی لاہس اوٹھے ء چھوڈ دی تھی) چاچا مینو اپنی دھی کیجاں نین لے کے مھارے گاڈے تک آگے آیا ار بولیا۔

"نیچھو بھائی!"

"لیلا تو کھٹم ہو لیا ار کیجاں کے سر میں کرپان کا ڈوبنگہ پاڑ سے۔ لہو نین تھم رہیا۔ کیجاں نین سنبھالو، میں پاچھے جا کے دھو لو نین دیکھوں سوں۔ کئی گاماں کے بلوائی تھے۔ تھوڑی دیر مینھ جد وینھ ہم نے مار کاٹ کے اُلٹے گئے تو مھارے آدھے ماٹس مر لیے تھے ار باقی کٹے پڑے تھے۔ ----"

(بابا منتا ہجرت کی بیتا سُننا داریا، بالکاں ڈھال روند اریا۔ ہم بھی رو رہے تھے۔  
رات کے باراں بج لیے تھے)۔ چپ کراٹ کے بہانے منے پوچھیا۔  
بابا! پھیر کے ہو یا؟)

بابے نیں پھیر ایک سُبکی سی لی اربو لیا۔

"اگے بلداں سے سانی گیرن ماری رُکے تو باؤ نیں بابے شوکت سے بوجھیا۔  
"چاچا پاکستان اور کتنے کوس دور سے۔ ہم اپنا دیس دیکھ بھی پاواں گے کہ نہی؟"  
(بابا شوکت حوصلے آلا مانس تھا) بولیا۔

"بھائی آج کا پورا دن اور چالٹا سے۔ سانجھ لگ ایٹے نیارے دیس پاکستان پہنچ لیا  
گے۔"

ایک نہر ٹپاں تھے۔ زیادہ خون لکڑاں کی ماری ماما حسنو بھی مر لیا۔ بابے شوکت نیں  
اس باری گاڈا بس اتنی دیر ء روکیا جتنی دیر ینھ لاہس نہر ینھ بگائی جا سکے تھی۔ جنا  
تو کُل کائنات کا دکھ میری ماں کے کالے ینھ تھا۔ بچاری رووے تھی۔ کدے  
میرے ار بھائی لالے کا ہنی دیکھ دیکھ کے دعا کرے تھی، کدے تسبیح کرٹ لاگ  
جاندی۔ اُس کی انکھاں سیا مھی اُسکے دو بھائی کٹ لیے تھے۔ دھی ار (دھی برگی)  
نڈمر لی تھی۔ باپ اُس بکھت منے ار بھائی لالے نیں اس طرح دیکھ رہیا تھا جس  
طراں کوئی غریب زمیندار اپنی اس تیار فصل نیں دیکھے سے جو اس نیں "لگان" نیں  
یا "بیاج" نیں دیتی ہو سے۔

چالڈے چالڈے جد بابے شوکت نیں بھتیا کہ بس ایب پاکستان دو گھنٹے ینھ پہنچ  
لیاں گے عین اس بکھت پھیر بلوائی ٹوٹ پڑے۔ ایک بلوائی نیں پنجالی ار

دوسرے میں تلوار مار کے بابے شوکت کا پیٹ پھاڑ دیا، آنداں باہر آگئی تھی بابا شوکت تڑپھ تڑپھ کے اوٹھے مر گیا۔ منے نہی میرا تھا کہ پچھلے گاڈے آں مینھ کتنے مرد باقی رہ گئے تھے۔ پر مہارے گاڈے پہ میرے علاوہ، دو مرد، ایک میرا بھائی لالہ ار دوسرا میرا باپ رہ گئے تھے۔ ایک بلوائی میں پاچھے سے آکے میری ماں کی اوڈھنی کھچ لی، گھٹی بوج کے سانس بند کر دیا۔ میں اپنی ماں میں بچاں ماری اُس بلوائی کا ہنی نیوڑا۔ پر اُس میں میرے نیچے کھیت مینھ دھکا دے دیا ار میری ماں مار دی۔ تین چار بلوائیاں میں بھائی لالہ نیچے گیریا ار چھاتی مینھ پھرے مارٹ جٹ گے، لہو کا پھوارا چال پڑیا۔ ایک لامبے سے بلوائی نے میرے باپ کے سر مینھ لٹھ ماریا۔ ار دوسرے میں نیز مینھ خنجر مارے۔ میرے ماں باپ ار بڑا بھائی میری آنکھوں سیا مھی مار دیے تھے۔ کُٹے کے ماٹس مردے دیکھ کے مہارا کٹارو وے بھی تھا ار بھونکے بھی تھا۔ پھیر میرے سر مینھ کوئی چیز لاگی ار میں بے ہوس ہو گیا۔

-----

منے جد ہوش آیا تو میں ملتان کیمپ مینھ تھا۔ اُرنے پر نے دیکھا، کُٹے بڈے مانساں مینھ میرے کُٹے کا کوئی ماٹس بھی نہی تھا۔ اپنا دیس پرایا لاگیا۔ اوچی واج مینھ ریڈوے پہ پاکستان کے بارڈر (17) سے شہراں مینھ لاگن آلے کیمپ بھٹائے جارے تھے۔ ریل مینھ لاکھوں ماٹس کٹن کی خبر تھی۔ میرے داغ مینھ جٹھے ماں باپو کے مرٹ کا نقشہ تھا۔ اُس سے کتے زیادہ گہرا وا نقشہ تھا جب باپو میں میری بوواریںساں کی کووے مینھ گیرن ماری "بانہہ پکڑی" تھی۔ مفتے کے دن دھنؤ (21)

اکرم نہیں بھی نیووے چھوڑی کی "بانہہ پکڑی" تھی تو منے واسفریا دا گیا۔ نیو کہہ کے بابا پھیر گھٹاء رویا ارروٹ کے بعد اُسکے ہچکی لاگ گئی۔

ہجرت مینھ مہارے کتنے پُرکھ قربان ہوئے، بابے نیں مہاری تو انکھاں کھول دی پَر اپنی انکھاں ہمیشہ واسطے موندلی۔ رات کے ساڈھے بارہ بجے ہم نیں نمبردار "مرادلی" سے "خانو ولد نیپھو رمبے آلے" کے مرٹ کی اطلاع کر دی تھی۔ ار فخر کی اذان کے بعد اعلان بھی کروادیا تھا۔